سورۃ نساء کی روشنی
میں
خواتین کے حقوق

مقالہ نگار: کلثوم فاطمہ

سیشن.18 -2017 ء

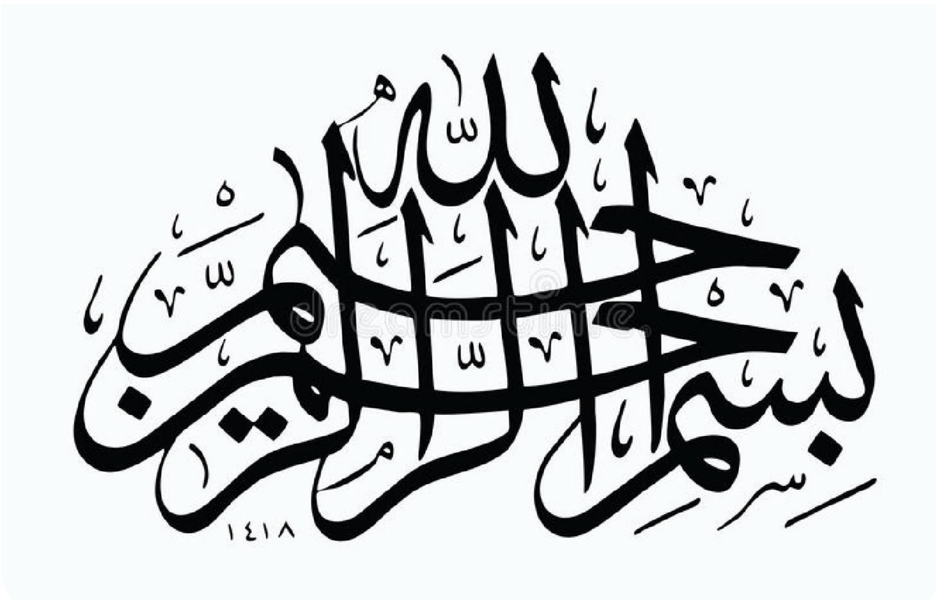
الكلية الغوثية للبنات بهيره شريف

سورۃ نساء کی روشنی میں خواتین کے حقوق



مقالہ برائے ایم.اے الشھادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ

مقالہ نگار	کلثوم فاطمہ۔
بنت	عبدالحفیظ۔
تاریخ پیدائش:	07-06-1988
شناختی کارڈ نمبر	36502-6597916-8:
ضلع:	پاکپتن۔
کلاس:	دورہ حدیث شریف۔
رول نمبر	521732 :
سیکشن:	فائنل ائیر
مقالہ نگران	ڈاکٹر محمد یار گوہر صاحب
فون نمبر	0301-4271775



بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى

اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى

اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

حلف نامہ:۔

میں کلثوم فاطمہ بنت عبدالحفیظ رول نمبر 521732 حلفاً اقرار کرتی ہوں

کہ میں **الكلية الغوثيه للبنات بهيره شريف** کی دورہ حدیث (Final Year) کی طالب علم ہوں اور یہ تحقیق میں نے خود کی ہے۔ میں اس موضوع پر کسی قسم کا کوئی مقالہ کسی یونیورسٹی میں جمع نہیں کروایا اور نہ ہی

اس میں کسی قسم کی جعل سازی سے کام نہیں لیا گیا۔ اگر کوئی جعل سازی ثابت ہوئی تو اس کی ذمہ دار میں خود ہوں۔

نام: کلثوم فاطمہ

ولدیت: عبدالحفیظ

رول نمبر: 521732

انتساب

آ قائے نامدار، سرور کائنات، فخر موجودات
، مبداء کائنات، تاجدار عرب و عجم، فخر آدم و بنی
آدم، شفیع المذنبین، حضور راحمتہ اللعالمین
، ھادی کل، مولائے کل، دانائے سبل، ختم
الرسل، آئینہ جمال کبریا، احمد مجتبیٰ، حضرت محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولوالعزم عظمتوں کے نام۔۔۔

خاکپائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کلثوم فاطمہ۔

اظہار تشکر

یہاں پر میں اپنے ان تمام مخلصین کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جنہوں نے اس کام کے دوران کسی بھی مرحلے پر میرا تعاون کیا، مجھے اچھے مشوروں سے نوازا خصوصاً اپنے استاد محترم جناب علامہ محمد یار گوہر صاحب (النقشبند اسلامک سنٹر پاکپتن) کا اللہ تعالیٰ انہیں صحت وعافیت والی زندگی عطا کرے اور ہمیں ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا کرے۔(آمین)

اپنی انتہائی پیاری والدہ کی شکرگزار ہوں کہ جن کی دعاؤں کی بدولت میں اس قابل ہوئی۔

اپنے محترم شوہر جناب علامہ قاری محسن رضا (خطیب جامعہ مسجد غوثِ اعظم بحریہ ٹاؤن لاہور) کا کے جن کے تعاون کی وجہ سے میرے لیے یہ کام آسان ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دنیا وآخرت کی خوشیوں سے نوازے۔(آمین)

کلثوم فاطمہ۔ ایم فل (اسلامیات) ۔ ایم ایڈ
النقشبد اسلامک سنٹر پاکپتن۔
0305-4387541

مقدمہ:۔

<u>عنوان مقالہ:</u> مقالہ ہٰذا کا موضوع ,, سورۃ نساء کی روشنی میں خواتین کے حقوق،، ہے۔

<u>تعارف موضوع</u>: تمام تعریف وتوصیف اللہ رب العزت کے لیے، جو مومنوں پر ماں سے زیادہ مہربان ہے۔ بے حد درود وسلام شافع محشر سرور کونین رحمت اللعالمین خاتم النبین حضرت محمد ﷺ پر اور ہمار ا عقیدہ ہے کہ۔

بندہ پروردگارامت احمد نبی

دوست دار چار یارم تابع اولاد علی

مذہب حنفیہ دارم ملت حضرت خلیل

خاکپائے غوث اعظم زیر سایہ ہرولی

اسلام دین فطرت ہے، اسکا نظام شریعت ایسا نہیں جو انسان کے فطری تقاضوں سے ہر وقت بر سر پیکار رہے۔ اللہ تعالیٰ فطری تقاضوں کا خالق ہے ان تقاضوں کی تخلیق میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔ گھر معاشرہ کی خشت اوّل ہے۔ گھر کے ماحول کو پاکیزہ اور مسرت بخش بنائے بغیر ایک پاکیزہ اور صحت مند معاشرہ کی تشکیل کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ اسلام جس کا مقصد ہی انسان کے سر پر تاج کرامت رکھنا اور اس کے دامن کو سچی مسرتوں کے گلہائے رنگارنگ سے بھر دینا ہے۔ وہ معاشرہ کی اس بنیادی وحدت کو کیونکر نظر انداز کر سکتا ہے۔

مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، ان میں سے ایک نہ ہو تو دوسرے کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ ان دو کرداروں کے باہمی تعلقات کو اسلام نے ۔۔۔۔۔۔ ''وہ تمہارے لیے لباس اور تم ان کے لیے لباس'' ۔۔۔۔۔۔ کے ذریعے جامع اور انتہائی خوش اسلوبی سے بیان فرمایا اور پھر لباس کی تعبیر بھی کتنی معنی خیز؟ یقیناً جس ملت کے ہر گھر میں زوجیت کا یہ بلند تصور اور اعلیٰ معیار ہو اس کے لیے یہ دنیا جنت نہیں تو اور کیا ہے؟

مگر دوسری طرف عرصہ ھائے دراز سے یہ صنف نازک ظلم وستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ قدرت نے اگر چہ اسے مرد کی طرح ذِی شعور اور ذِی روح تو بنایا لیکن اس کے ساتھ برتاؤ مٹی کی بے جان مورتیوں کا سا کیا جاتا تھا۔ جوا میں داؤ پر اسے لگایا جاسکتا تھا۔ خاوند کی لاش کے ساتھ قانوناً اسے جل کر راکھ ہونا پڑتا تھا۔ کہیں اسے تمام برائیوں کی جڑ اور انسان کی ساری بدبختیوں کا سرچشمہ یقین کیا جاتا تھا اور کہیں چوٹی کے نامور فلسفی اس کے انسان ہونے کو بھی مشکوک نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے۔ ملکیت ووراثت کے حقوق حاصل نہ تھے۔ ازدواجی بندھنوں میں مقید کرنے سے پہلے اس کے کوئی رائے لینے کا تصور نہ تھا۔ بلکہ اس سے بھی بدتر حالات میں صنف نازک گرفتار تھی۔ جہاں کنبے کے نصف افراد کی بے بسی کا عالم یہ ہو وھاں خوشی کیا خاک ڈیرے ڈالے گی۔

قرآن نے پہلی مرتبہ آکر اعلان کیا کہ جس طرح مرد کے حقوق عورت پر ہیں اسی طرح عورت کے حقوق بھی مرد پر ہیں۔ اس کی بھی رائے ہے اور قانون اسکی رائے کا احترام کرتا ہے۔ اس کو ماں، بہن، بیٹی، اور زوجہ ہونے کے ناطے مرد کی وراثت کا حق دار قرار دیا ہے۔

زیر نظر تالیف میں سورۃ نساء کی آیات کی روشنی میں عورت کے اسی مقام کو واضح کیا کہ کس طرح زمین کی پستیوں سے نکال کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچایا گیا۔ اسلام نے اسکو جو معاشی معاشرتی اور حفاظتی حقوق عطا کئے اور عورت کو اس پر عائد ذمہ داریوں سے آگاہ کیا ہے۔

یہاں پر سورۃ نساء کی وہ آیات، احکام اور مسائل بیان کیے گئے ہیں جو صرف عورتوں سے متعلق ہیں۔ ان میں معاشرہ کی

تشکیل، حق مہر تعداد ازواج، نکاح، محرم، نامحرم اور خانگی زندگی کے مسائل جن سے موجودہ دور کی اکثر خواتین بے خبر ہیں۔ بڑی وضاحت سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔

موضوع کی اہمیت وضرورت: دوسرے مذاہب کے لیے دین اسلام اب بھی ایک برملا چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اھل دانش میں عورتوں سے متعلق استحصال کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں اور عالمی معاشرے کو پس منظر میں رکھ کر صرف اسلام کے بارے میں غلط خیالات پروان چڑھ رہے ہیں۔ خاص طور پر خواتین کے حقوق کے حوالے سے پوری دنیا اسلام کو تنگ نظری کا طعنہ دے رہی ہے۔ حالانکہ اسلام نے عورت کے حقوق چودہ سو سال پہلے ہی متعین کر دیئے تھے۔ جب عورت کو صرف پاؤں کی جوتی سمجھ لیا گیا تھا۔ ہمارے اس مقالے کا مقصد اسلام کے بارے میں یہی تنگ نظری دور کرنا ہے۔ اور معاشرے کو بتانا ہے کہ میڈیا میں جس مغربی معاشرے کا خوشنما ڈھول پیٹا جاتا ہے اسکی بنیاد صرف اور صرف جھوٹ پر ہے۔ جس کا مقصد جبر کے ذریعے عورت کی نسوانیت کو خراب کرنا ہے۔ اور کچھ نہیں حالانکہ اگر قرآن کی آیات کو دیکھا جائے تو آپکو معلوم ہوگا کہ اسلام عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا۔ عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے گئے ہیں اور فضیلت مردوں کو اس لیے دی کہ انکا کام عورتوں کی عزت اور انکی حفاظت اور انہیں ضروریات مہیا کرنا ہے۔ جسمانی طور پر اس فضیلت کو برتر کہا گیا ہے۔ ورنہ عورتوں اور مردوں کے حقوق یکساں ہیں۔ یہ عنوان اپنی اہمیت کے اعتبار سے ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

آئمہ سلف نے تفسیر قرآن کا کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جس میں کوئی تشنگی باقی رہ گئی ہو۔ ہمارے ہمہ قسم کے مسائل کو انہوں نے واضح فرما دیا ہے۔ جدید دور کے جدید فتنوں اور فقہی مسائل پر سیر حاصل بحث والی جدید تفاسیر بھی بازار میں دستیاب ہیں البتہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ عورتوں کے لیے کوئی ایسی کتاب مرتب کی جائے جو فقط ان آیات پر مشتمل ہو جو عورتوں کے حقوق سے متعلق ہو اور ان آیات کی تفسیر آئمہ سلف کی تفاسیر سے کی جائے لہذا سورۃ نساء جو کے عورت کے نام پر ہے۔ اس کی ان آیات مخصوصہ کو بیان کرنے کا موقع ملا ہے کے عورت سے ہی بحث کرتی ہیں۔

سابقہ کام کا جائزہ:

یہ عنوان اپنی اہمیت کے اعتبار سے ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ خواتین کے حقوق اور مسائل پر بہت سی کتب موجود ہیں۔ جیسا کہ

ا۔ ,,اسلام میں خواتین کے حقوق،، از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۲۔ ,, عورت قبل از اسلام اور بعد از اسلام،، از ڈاکٹر حافظ ضیاء الدین

۳۔ ,, خواتین کے حقوق ومقام اسلام میں،، از آیت اللہ مرتضٰی مظہری

۴۔ ,, اسلام میں عورت کا مقام،، از ڈاکٹر اسرار احمد

۵۔ ,, اسلام میں عورت کا کردار،، از مفتی محمد شعیب اللہ خان

۶۔ ,,عورت اور اسلام،، از جلال الدین قاسمی

۷۔ ,, اسلامی معاشرے میں عورت کا کردار،، از ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۸۔ ,,احکام ومسائل خواتین،، از دار البلاغ

۹۔ ,,فتاویٰ برائے خواتین،، از دارالسلام

۱۰۔ ,, خواتین کی ذمہ داری ،، از ڈاکٹر فضل الٰہی

مگر جہاں تک میرا علم ہے اس کے مطابق کسی نے بھی سورۃ نساء کی روشنی میں خواتین کے حقوق کے لحاظ سے کوئی کام نہیں کیا اور نہ کوئی ایم۔اے، ایم فل اور پی۔ایچ۔ڈی کی سطح کا مقالہ اس موضوع کے حوالے سے موجود ہے۔لہذا اس امر کی ضرورت تھی کے خواتین کے حقوق سورۃ نساء کی روشنی میں منظر عام پر لایا جاتا۔

مقاصد تحقیق:

۱۔ خواتین کے حقوق کو شرعی نقطہ نظر سے واضح کرنا۔

۲۔ خواتین کے حقوق قرآن وحدیث کے ذریعے بیان کرنا۔

۳۔ خواتین کے حقوق کے متعلق وسیع مواد کو جامع اور منظّم انداز میں مرتب کرنا۔

۴۔ دور حاضر کی خواتین کو قرآن پاک کی تعلیمات کی طرف لانا۔

منہج تحقیق:

یہ تحقیق بیانیہ اور تجزیاتی ہوگی۔

اسلوب تحقیق:

۱۔ مقالہ ہذا ٹائٹل ،تسمیہ، حلف نامہ، انتساب، مقدمہ ۔فہرست (ابواب وفصول) ،نتائج حاصلات،تجاویز وسفارشات اور مصادر ومراجع پر مشتمل ہے۔

۲ ۔ مستند معلومات پر مبنی تحقیق رقم کرنے کے لیے ممکنہ حد تک اولین اور بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۳۔ مقالہ میں قرآنی آیات کو بطور حوالہ پیش کرتے ہوئے سورۃ کا ،نمبر اور آیت نمبر درج کی گئی ہے۔

۴۔ مقالہ میں آیات عربی رسم خط میں مع اعراب لکھی گئی ہیں۔

۵۔ طویل بحث کی بجائے اصل موضوع کی طرف زور دیا گیا ہے۔

۶۔ مقالہ میں فٹ نوٹ والا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

۷۔ ہر صفحہ کے آخر میں حوالہ جات درج کیے گئے ہیں۔

۸۔ فہرست مصادر و مراجع حروف ہجائیہ کی ترتیب سے مرتب کیے گئے ہیں۔

وسائل و سہولیات تحقیق:

مقالہ کی تیاری میں درج ذیل مقامات کے علمی و ادبی ذخائر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۔ النقشبند اسلامک سنٹر پاکپتن۔

۲۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور،

۳۔ قائد اعظم لائبریری لاہور۔

۴۔ انٹرنیٹ۔

۵۔ مکتبہ شاملہ اور دیگر اسلامک سوفٹ وئیر بھی زیر مطالعہ رہے۔

فہرست

باب نمبر1:۔

تعارف سورۃ النساء:۔

تعارف سورۃ النساء:

اس سورۃ پاک کا نام النساء ہے۔
اس کی آیتوں کی تعداد 176 ہے۔
الفاظ تین ہزار پینتیس اور حروف 16030 ہیں۔
24 رکوع ہیں۔(1)

یہ ساری سورۃ مدنی ہے۔امام قرطبیؒ کہتے ہیں: سوائے ایک آیت کے وہ فتح مکہ والے سال عثمان بن طلحہ کعبے کے کنجی بردار کے بارے نازل ہوئی اور وہ یہ فرمان تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْ مُرُ کُمْ اَنْ تُوَ دُّ و ا لْاَ مٰنٰتِ اِلٰیٓ اَھْلِھَا۔ (النساء:58)

صحیح بخاری میں سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ''سورۃ النساء اسی وقت نازل ہوئی جب میں رسول ﷺ کے پاس تھی۔'' یعنی آپ ﷺ ان سے تعلق قائم کر چکے تھے اور اس بات میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبیؐ نے ان سے مدینہ میں تعلق قائم کیا تھا۔(2)

یہ سورۃ متعدد خطبوں پر مشتمل ہے۔ جو غالباً 3 ہجری کے اواخر سے لیکر 4 ہجری سے اواخر یا 5 ہجری کے اوائل میں مختلف اوقات میں نازل ہوئے ہیں۔ اگر چہ یہ تعین کرنا مشکل ہے کہ کس مقام سے کس مقام تک کی آیات ایک سلسلہ تقریر میں نازل ہوئی تھیں اور انکا ٹھیک زمانہ نزول کیا ہے، لیکن بعض احکام اور واقعات کی طرف(3)
بعض اشارے ایسے ہیں جن کے نزول کی تاریخیں ہمیں روایت سے معلوم ہو جاتی ہیں۔

یہ سورۃ پاک بڑی اہم اور دوررس اصلاحات پر مشتمل ہے جنہیں اگر دینِ اسلام کا طرّہ امتیاز کہا جائے تو قطعاً مبالغہ نہ ہوگا۔

اس سورۃ مبارکہ میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ توجہ گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے پر دی گئی ہے۔ کیونکہ گھر ہی قوم کی بنیادی اکائی ہے۔ گھر ہی وہ گہوارہ ہے جہاں قوم کے مستقبل کے معمار پرورش پاتے ہیں۔ گھر ہی وہ مدرسہ ہے اخلاق و کردار کی جو قدریں اچھی یا بری، بلند یا پست لوحِ قلب پر لکھ دی جاتی ہیں ان کے نقوش کبھی مدہم نہیں پڑتے۔ قرآن حقائق کو حقائق کی حیثیت سے دیکھتا ہے۔ اس لیے گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے مبہم نصیحتوں پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس کے لیے واضح اور غیر مبہم قاعدے اور ضابطے متعین فرما دیئے۔

اس سورۃ مبارکہ میں یتیموں کے بارے میں بھی واضح احکام دیے گئے ہیں۔ ان کے حقوق کی نگہبانی اور ان کے اموال کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

مزید بتایا گیا ہے کہ عورت اور مرد کا اولین رشتہ ازدواج کا ہے اس لیے اس میں جو بے راہ روایاں پائی جاتی تھیں ان کی اصلاح کی تعدّدِ ازواج پر پابندیاں لگائی اور اس کی اجازت دی تو بڑی شروط و قیود کے ساتھ، مرد کو بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ اگر اس کی کوئی چیز پسند نہ ہو تو اس پر صبر کی ہدایت کی۔ اگر باہمی تعلقات کشیدہ ہو جائیں تو اصلاحِ حال کی تدبیر بتائی۔ مگر عورت کو یہ مقام دینے کے بعد گھر کی سرداری اور نظم و نسق کی ذمہ داری مرد کو سونپی۔ کیونکہ اسکی فطری صلاحتیں اس بارِ گراں کو اٹھا سکتی ہیں۔ (4)

1۔ضیاالقرآن، پیر محمد کرم شاہ، ضیاالقرآن پبلی کیشنز، لاہور، جلد نمبر 1، صفحہ 311
2۔فتح القدیر، حلتبہ العصریہ، بیروت ۱۴۲۳ھ 2003ء جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 524
3۔تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، 2012ء فروری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 316
4۔ضیاالقرآن، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 312

تیسری چیز جو گھر کے ماحول کو خوشگوار رکھنے کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے وہ مالی حقوق کی منصفانہ تقسیم ہے۔اس میں معمولی سی کوتاہی بھائی کو بھائی سے جدا کر دیتی ہے۔اس لیے میراث کا مفصل قانون نازل فرمایا۔اور ایک بے مثل تبدیلی یہ کی کہ عورت (ماں، بیٹی، بیوی) کو بھی مرد کی طرح وارث قرار دیا۔

غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی کثیر تعداد کے شہید ہونے کے باعث منافق، یہودی اور مشرک قبائل کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔اس سورۃ مبارکہ میں بھی مسلمانوں کو حق کی حفاظت کے لیے اپنی جان تک کی بازی لگانے کا حکم دیا گیا۔اور ان کے حوصلوں کو بلند کیا گیا اور منافقوں کے مختلف گروہوں کے ساتھ ہر ایک کے مناسب حال رویہ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ (1)

انفرادی کردار کی تعمیر کی طرف بھی خاص توجہ دی گئی ہے۔اور ان قوموں کی اقتداء سے روکا گیا ہے جو عمل سے جی چراتی ہیں حق کے لیے کسی جانی اور مالی قربانی کے لیے آمادہ نہیں ہوتی اور اس کے باوجود اپنے آپ کو انعامات خداوندی کا واحد حقدار سمجھتی ہیں۔ خیالی پلاؤ پکانے اور ہوائی قلعے تعمیر کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔نیز یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں کے باہمی برتاؤ کا دارومدار اِحسان اور مہربانی پر ہونا چاہیے۔

اس سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا ہے۔

علمائے محققین کی رائے میں اس سورۃ کے نزول کا آغاز شوال 3 ہجری کے بعد ہوا جب کہ ستر مسلمانوں کی شہادت کے بعد یتیموں کی کفالت اور ورثہ کی تقسیم کے مسئلہ نے بڑی اہمیت اختیار کر لی تھی۔(2)

نماز خوف غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی گئی اور یہ غزوہ 4 ہجری میں ہوا۔اور تیمّم کی اجازت غزوہ بنی مصطلق میں دی گئی اور یہ غزوہ 5 ہجری میں پیش آیا۔ان واقعات اور سنین سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس سورۃ کا آغاز اُحد کے بعد ہوا تو اس کا سلسلہ نزول 5 ہجری کے اوائل تک جاری رہا۔

سورہ آل عمران سے بھی چند طرح سے تعلق ہے۔

(1) سورہ آل عمران میں دو بیویوں کا ذکر تھا۔عمران کی بیوی ''حنّہ'' اور عمران کی بیٹی ''مریم'' سورۃ نساء میں عام عورتوں کے احکامات کا تذکرہ ہے۔

(2) سورۃ آل عمران میں غزوہ اُحد کا تفصیلی ذکر ہے تو سورہ نساء میں اجمالی ذکر کیا گیا ہے۔

(3) سورۃ آل عمران میں غزوہ احد کے بعد والے غزوات کا اجمالی ذکر تھا تو سورۃ نساء میں ان غزوات کا بقیہ مذکور ہے۔(3)

1۔ضیا القرآن، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 313

2۔تفسیر نعیمی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، مکتبہ اسلامی 40 اردو بازار، لاہور، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 452

3۔تفسیر نعیمی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر۔452۔/ تفہیم القرآن، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر۔316۔/ ضیا القرآن، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 313

باب نمبر2:۔

اسلام میں عورت کا مقام:۔

اسلام میں عورت کا مقام:۔

کوئی بھی معاشرہ زندگی کی مسرتوں سے تبا ہی لطف اندوز ہوسکتا ہے جب خاندان کے سب افراد میں باہمی محبت و پیار ہو۔اسی کے متعلق سورۃ کے آغاز میں ہی خاندان اور معاشرہ کی تشکیل کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت حوا سے انسانی نسل کو دنیا میں پھیلایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔(آیت نمبر ا۔نساء)

يٰا اَيُّها النّاسُ اتَّقُو ارَبَّكُمُ الّذِى خَلَقَكُمْ مِّنِ نَفْسٍ وَاحَدِةٍ وَ خَلَقَ مِنُهَا زَوُ جَهَا وَ بَثَّ مِنُهُمَا رِجَا لاً كثيراَ۔(۱)

''اے لوگوں! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا۔ پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا''۔(2)

اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے درجے میں عورت کو مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے۔اسی طرح انسانیت کی تکوین میں عورت مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہے۔

اسلام کی آمد عورت کے لیے غلامی، ذلت اور ظلم واستحصال کے بندھنوں سے آزادی کا پیغام تھی۔
اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھی اور عورت کے وہ حقوق عطا کیے جس سے وہ معاشرہ میں اس عزت وتکریم کی مستحق قرار پائی جس کے مستحق مرد ہیں۔

حضرت حوا کی تخلیق کے حوالے سے علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں آدمؑ کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری فرمادی۔
پھر بائیں طرف ایک پسلی کو نکال لیا گیا اور اسکی جگہ گوشت رکھ دیا گیا، اسی سے حضرت حوا کو پیدا کیا گیا۔ جب آپؑ بیدار ہوئے تو اپنے پاس حضرت حوا کو پایا۔ تو پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے کہا میں عورت ہوں پھر حضرت آدمؑ نے پوچھا تمھیں کیوں پیدا کیا گیا؟ آپ نے فرمایا تا کہ تم مجھ سے سکون حاصل کرو۔(3)

ایک جان سے مراد ابوالبشر آدمؑ ہیں انہی سے آپ کی بیوی حوّاؑ کے پیدا کیا گیا۔ چناچہ سیدنا ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں۔
کہ ''نبی اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا: میری وصیت مانو اور عورتوں سے بھلائی کرتے رہنا۔ کیونکہ عورت کی خلقت پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی کے اوپر کا حصہ ٹیڑھا ہوتا ہے۔ اگر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر یونہی چھوڑ دو تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔ لہذا میری وصیت مانو اس سے اچھا سلوک کرو۔(4)

1۔سورہ نساء،آیت نمبر1

2۔ضیاالقرآن،جلدنمبر1،صفحہ نمبر315

3۔تفسیر روح المعانی،علامہ محمود آلوسی،دارلکتب العلمیۃ ، بیروت،جلدنمبر1،صفحہ نمبر235

4۔صحیح البخاری،کتاب بدءالخلق ،باب واِذَ قال ربک للملئکۃ،وکتاب احادیث الانبیاء،باخلق آدم وذرتیہ،رقم۳۳۳۱،صحیح مسلم:59(تیسیر القرآن:۱/۳۴۴۔تفسیر ابن کثیر 658/1

اس سورت کا آغاز اس آیت سے غالباً اس لیے کیا جارہا ہے کہ اس سورت کا بیشتر حصہ عائلی و معاشرتی قوانین پر مشتمل ہے۔ نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسانی سطح پر سب انسان ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ اسلام نے عورت کو معاشرہ کی اکائی قرار دے کر اسے مرد کے برابر مقام عطا فرمایا ہے۔ اور معاشرے میں مرد کی طرح انسان مان کر اسے تمام وہ حقوق دیئے جس نے اس کی ذلت کی گہرائی سے نکال کر عزت و عظمت کی بلندیوں تک پہنچادیا۔ اسے ماں بنا کر اسکے قدموں تلے جنت رکھ دی۔ بیٹی اور بہن بنا کر اسکو رحمت بنا دیا اور بیوی کے رشتہ سے اسے حیا اور عزت عطا فرمادی کیونکہ اسلام ایک دین کامل ہے۔

باب نمبر3:۔

عورت کے عائلی حقوق:۔

☆فصول

☆ماں کی حیثیت سے حق

☆بیٹی کی حیثیت سے حق

☆بہن کی حیثیت سے حق

☆بیوی کی حیثیت سے حق

عورت کے عائلی حقوق:

اسلام سے قبل دنیا کی مختلف تہذیبوں اور معاشروں کا جائزہ لیں اور عورت کی حیثیت کو پہچاننے کی کوشش کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ عورت بہت مظلوم اور معاشرتی وسماجی عزت واحترام سے محروم تھی، اسے تمام برائیوں کا سبب اور قابل نفرت تصور کیا جاتا تھا، یونانی، رومانی، ایرانی اور زمانہ جاہلیت کی تہذیبوں اور ثقافتوں میں عورت کو ثانوی حیثیت سے بھی کمتر درجہ دیا جاتا تھا۔ مگر عورت کی عظمت، احترام اور اس کی صحیح حیثیت کا واضح تصور اسلام کے علاوہ کہیں نظر نہیں آتا ہے۔ اسلام نے عورت کو مختلف نظریات وتصورات کے محدود دائرے سے نکال کر بحیثیت انسان کے عورت کو مرد کے یکساں درجہ دیا۔ اسلام کے علاوہ باقی تمام تہذیبوں نے خصوصاً مغرب جو آج عورت کی آزادی، عظمت اور معاشرے میں اسکو مقام ومنصب دلوانے کا سہرا اپنے سر باندھنا چاہتا ہے۔ لیکن اس معاشرے نے ہمیشہ عورت کے حقوق کو سبوتاژ کیا، اور عورت کو اپنی محکومہ اور مملوکہ بنا کر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مختلف تہذیبوں، اقوام وملل نے عورت کے لیے صدہا قانون بنائے مگر یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ عورت نے اسلام کے سوا اپنے حقوق کی کہیں داد نہ پائی۔

اسلام نے عورت کو خاندان کے فرد کی حیثیت سے بہت سے عائلی حقوق عطا فرمائیں ہیں۔ ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کی حیثیت سے عورت خاندان کا ایک اہم رکن تصور کی جاتی ہے۔ سورۃ نساء کی مختلف آیات میں اللہ تعالیٰ نے عورت کے عائلی حقوق کی وضاحت فرما دی۔ جس کی تفصیل نیچے دی جاتی ہے۔

ماں کی حیثیت سے حق:۔

اسلام سے پہلے ایک فرقہ کافروں کا وہ تھا جو مجوسی کہلاتا تھا، تمام محرمات سے ان کے نزدیک نکاح جائز ہوتا تھا یہاں تک کہ وہ ماں اور بہن سے نکاح کرنے کو بھی جائز قرار دیتے تھے۔ اسلام سے قبل سوتیلی ماں کی قدر ومنزلت کچھ نہ تھی۔ عرب میں یہ طریقہ صدیوں سے رائج تھا۔ لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے اہل ایمان کی جنت ماں کے قدموں تلے قرار دے کر ماں کو معاشرے کا سب سے زیادہ مکرم ومحترم مقام عطا فرمایا۔

سورہ نساء کی آیت نمبر 22 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

حُرِّ مَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَا تِكُمْ (سورۃ نساء:22)

''تم پر تمہاری ماؤں (دادیوں، نانیوں) سے نکاح کرنا حرام کر دیا گیا''

خیال رکھو کہ اب کبھی ایسی عورت سے نکاح نہ کرنا جن سے تمہارے باپ دادا نے صحیح نکاح سے یا حلال صحبت کر چکے ہوں، اگر ایسا کرو گے تو سخت مجرم وگنہگار ہو گے۔ ایسی عورتوں سے نکاح کرنا عقلاً بھی بے حیائی ہے شرعاً بھی، رب تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا باعث ہے۔ ایسا کام کرنے کے قریب بھی نہ جاؤ۔

حضرت براء ابن عازب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے ماموں کے ہاتھ میں جھنڈا تھا وہ کہیں جا رہے تھے، میں نے پوچھا: کہا جا رہے ہو؟ آپ فرمانے لگے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے بھیجا ہے کہ فلاں محلّہ میں ایک شخص نے اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کر لیا ہے اسکا سر کاٹ کر بارگاہ رسالت میں پیش کروں۔ (1)

1۔ تفسیر نعیمی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 569

آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون؟ فرمایا کہ تمہارا والد ہے؟'' (1)

ماں کا حق سب سے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ماں بچے پر سب سے زیادہ مشقت کرتی ہے اور اس پر سب سے زیادہ شفیق ہوتی ہے اور بچے کی سب سے زیادہ دیکھ بھال ماں ہی کرتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

کوئی ایسی اولاد نہیں جو اپنے والدین کو رحمت کی نظر سے دیکھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ صحابہ اکرام نے عرض کی اگر چہ ہر روز سو مرتبہ بھی دیکھے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جی ہاں (اگر چہ ہر روز سو مرتبہ بھی دیکھے) اللہ سب سے بڑا اور سب سے پاکیزہ ہے'' (2)

ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کے آداب درج ذیل ہو سکتے ہیں جنھیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر عزیزی میں ارشاد فرماتے ہیں۔ (3)

1۔ ماں باپ سے دلی محبت رکھیں۔

2۔ بات چیت اور اٹھنے بیٹھنے میں ان کے ادب کا لحاظ رکھیں، راستے میں انکے آگے آگے نہ چلے اور انکے نام سے انکو نہ بلائیں بلکہ ادب واحترام سے انکو بلائیں۔

3۔ جتنا ہو سکے اتنا مال اور اپنی جان ان پر قربان کریں۔

4۔ ہر کام اور ہر بات میں ان کی رضا مندی کا خیال رکھیں۔

5۔ ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کا خیال رکھیں۔

6۔ ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔

7۔ ان کے لیے جتنا ہو سکے کبھی کبھی صدقہ وخیرات کرتے رہیں۔

8۔ ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ قبرستان انکی قبر کی زیارت کے لیے جائیں اور اگر ہو سکے تو سورۃ یسین کی تلاوت کر کے ان کو ثواب پہنچائیں۔

9۔ ماں باپ کے دوستوں اور قربت داروں سے محبت رکھیں۔

10۔ جتنا ہو سکے اپنے والدین کے متعلقین کو تحائف ھدایا وغیرہ دیں۔

1۔ بخاری، الصحیح، کتاب الادب، باب من احق الناس، 5:222، رقم 5636

2۔ شعب الایمان بیہقی رقم الحدیث: 7856/ مشکوٰۃ مصابیح رقم الحدیث: 4944

3۔ تفسیر عزیزی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 35

ماں کی ناراضگی خدا کے عذاب کا ذریعہ بن جاتی ہے۔روایات میں ہے کہ ایک جوان کی وفات کے قریب زبان کلمہ شہادت سے رک گئی صحابہ اکرام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی، نبی کریم ﷺ اٹھے اور اس صحابی کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کے قریب آ کر کلمہ شہادت کا ورد شروع کیا، وہ صحابی اپنی زبان کو حرکت دیتے ہیں لیکن زبان لڑکھڑا جاتی ہے۔اپنی زبان سے کوئی کلمہ نکالنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا یہ نماز نہیں پڑھتا تھا؟ کیا روزہ نہیں رکھتا تھا؟ کیا ذکوۃ ادا نہیں کرتا تھا؟ صحابہ اکرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ سب کام تو کیا کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ اپنے ماں باپ کا نافرمان تھا؟ صحابہ اکرام نے عرض کیا ھاں۔ یارسول اللہ یہ اپنے ماں باپ کا نافرمان تھا آپ ﷺ نے فرمایا اسکی والدہ کو بلایا جائے، اس کی والدہ حاضر ہوئی جو بوڑھی تھی اور اس کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی، حضور کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تو اپنے بیٹے کو معاف نہیں کر دیتی اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں اسے معاف نہیں کر سکتی اس نے مجھے ایک مرتبہ تھپڑ مارا تھا اور میری آنکھ ضائع کر دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لکڑیاں اور آگ لاؤ، اس عورت نے پوچھا آپ ﷺ لکڑیوں کا کیا کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے سامنے اس کو جلا دیتے ہیں۔ کیونکہ اس نے تمہارے ساتھ جو کیا اسکی یہی جزاء ہے۔

اس عورت نے کہا: میں معاف کرتی ہوں میں معاف کرتی ہوں کیا میں نے آگ کے لیے اسے نو ماہ پیٹ میں اٹھایا تھا (1) کیا میں نے آگ کے لیے اسے دو سال دودھ پلایا تھا؟

اس کے بعد امام رازی فرماتے ہیں۔ ''ماں جیسی رحمت اور کہاں ملے گی جبھی ماں نے معاف کیا تو صحابی رسول کی زبان چلی اور کلمہ شہادت کا ذکر کیا۔'' (2)

سبحان اللہ! جب ماں صرف رحیمہ ہے رحمانہ نہیں ہے تو وہ رب کریم جو رحیم بھی ہے اور رحمٰن بھی اسکی رحمت کا کیا مقام ہوگا۔ ماں صرف رحیمہ ہونے پر بچے کے آگ میں جلتا ہوا برداشت نہ کر سکی تو اللہ تعالیٰ جو رحیم و رحمان ہے وہ اپنے مومن بندوں کو جو ہمیشہ کلمہ شہادت پر قائم رہے کیسے آگ میں جلائے گا؟ یعنی رب تعالیٰ ماں سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابوالطفیل غنویؓ سے مروی ہے، آپ نے کہا ''میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک عورت آئی جس کے لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر مبارکہ بچھائی اور وہ اس پر بیٹھی پھر چلی گئی تو لوگوں کو بتایا گیا: کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا ہے۔ (3)

لوگوں کو علم نہ تھا وہ تعجب کر رہے تھے کہ یہ عظیم المرتبت عورت کون ہے لیکن جب علم ہوا تو پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی دودھ پلانے والی ماں کا کتنا عظیم احترام کیا۔'' (4)

اللہ تعالیٰ اسی طرح ہم سب کو بھی اپنی ماں اور باپ کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی بحث کو پیر محمد کرم شاہ صاحب کے ان حسین الفاظ سے ختم کر رہی ہوں، آپ نے فرمایا:

''ان واضح تعلیمات اور روشن ارشادات کے بعد آپ

یورپ وامریکہ وغیرہ متمدن ممالک کے حالات کا جائزہ لیجیئے وھاں آپ کو ایسی اولاد شاذو نادر ہی ملے گی جو بوڑھے والدین کی خدمت اپنے لیے سرمایہ سعادت یقین کرتی ہو، شادی کے بعد لڑکا اپنے والدین سے الگ ہو جاتا ہے اور اپنے والدین کی خدمت کرنے کو اخلاقی یا قانونی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔ اسی لیے تو ان ممالک کی حکومتوں کو ایسی پناہ گاہیں بنانا پڑتی ہیں جہاں بوڑھے اور بیمار والدین کو رکھا جائے تا کہ وہ زندگی کے آخری ایام وھاں بسر کر سکیں۔'' (5)

1۔تفسیر کبیر، امام فخر الدین رازی، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 203

2۔تفسیر کبیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 203

3۔سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 5144/ مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث 3175

4۔مرقاۃ المفاتیح، علامہ علی قاریؒ، مکتبہ امدادیہ رشیدہ، کوئٹہ، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 305

5۔ضیاالقرآن، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 65

بیٹی کی حیثیت سے حق:۔

عہد جاہلیت میں کئی بری اور سنگدلانہ رسمیں رائج تھیں جنھیں وہ بڑے شرح صدر سے انجام دیا کرتے تھے۔انہی غیر انسانی رسموں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔اس پر غمزدہ پشمان ہونے کی بجائے وہ فخر وصباحات محسوس کرتے تھے۔یہ ظالمانہ رسم عرب کے جاہل معاشرہ میں اپنے پنجے بہت گہرے گاڑ چکی تھی۔عام طور پر اسے کو معیوب یا ظلم بھی نہ سمجھا جاتا تھا۔

جہاں بیٹیوں پر اتنا ظلم کیا جاتا تھا وھاں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو ان بچیوں کو بچانے کی ترتیب کرتے تھے مگر یہ اتنی حد تک ہوتا کہ وہ بچی کی کفالت اپنے ذمہ لے لیں یہ بھی اسی صورت جب باپ تنگدستی کی وجہ سے قتل کرنے کا ارادہ کرتا اگر وہ عار کی وجہ سے قتل کرنا چاہتا تو اسے کوئی نہ روک سکتا تھا۔

اس برائی کو جڑ سے اکھیر پھینکنے کا کام اسلام نے ہی کیا۔نبی کریم ﷺ نے اس بری رسم کا قلع قمع فرما دیا۔

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ صرف مسلمانوں کی بچیوں کو ہی نہیں بلکہ کفار کی بچیوں کو بھی آرام نظام مصطفی ﷺ سے ہی ملا ہے۔اگر چہ کفار بغیر ایمان کے جنت یا نبی ﷺ کے قرب سے محروم ہی رہے گے تاہم انہوں نے نبی کریم ﷺ کے نظام سے ہی یہ حاصل کیا کہ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا ظلم ہے۔اسلام نے معاشرتی وسماجی سطح پر بیٹی کا مقام بلند کیا۔

قرآن پاک میں سورۃ نساء آیت نمبر 11 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

يُو صِكُمُ الله فِی اَوُ لَاد كُمُ لِلذَّكَر مِثُلُ حَظِّ ا لاُ نَثَيُينِ فَاِا كُنَّ نِسَاءَ فَوُ ق ا ثُنَتَيُنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنُ كَانَتُ وَاحِدَ ةَ فَلَهَا ا لنِّصُفُ۔

’’اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لیے دو لڑکیوں کے برابر حصّہ ہے۔پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں دو سے زائد تو ان کے لیے اس ترکہ کا دو تہائی حصّہ ہے اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔ (النساء:11:4) (1)

قرآن وحدیث نے بیٹی کی پیدائش پر غم وغصے کو جاہلیت کی رسم اور انسانیت کی تذلیل قرار دیا ہے اور اس سے منع کیا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے آپ نے کہا رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

’’جس شخص نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں، قیامت کے دن وہ اور میں اس طرح کھڑے ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسری سے ملا دیا‘‘۔ (2)

1۔ضیاالقرآن،سورۃ النساء ،آیت نمبر 11۔

2۔صحیح مسلم:2631/ مشکوۃ المصابیح:4950

اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ ہے کہ وہ بنی کریم ﷺ کی امت پر آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے کامل مہربانیاں اور کرم فرماتا ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت معاذؓ سے مروی ہے۔

''دو مسلمانوں میں سے کوئی ماں باپ ایسے نہیں کہ ان کے تین بچے فوت ہو جائیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان پر فضل و رحمت فرمائے انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اگر اسکے دو بچے ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک دو ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا ایک کا بھی یہی حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ھاں ایک کا بھی یہی حکم ہے۔''

ترمندی شریف کی ایک روایت میں یہ ہے کہ

''حضرت عائشہؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اگر اسکا کوئی ایک بچہ بھی نہ ہو جو آگے اس کے لیے اہتمام کرنے والا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا میں ہوں گا۔

سبحان اللہ! جس کا شفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اس کے میرے مصطفیٰ کریم ﷺ ہوں گے۔

حضرت سراقہ بن مالک سے مروی ہے۔

بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمھیں عظیم صدقہ کی خبر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ تمہاری بیٹی جو طلاق شدہ ہو کر تمہاری طرف لوٹ آئے اور اسکا سوائے تمہارے کوئی کمانے والا نہ ہو۔'' (1)

پھر آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہاری بیٹی کو طلاق دے دی جائے، وہ بے سہارا ہو کر تمہارے پاس لوٹ آئے، اسکا اور کوئی بیٹا وغیرہ اسے سہارا دینے والا نہ ہو تو پھر تم ہی اسکا سہارا ہو تم مال تو بیٹی پر خرچ کرو گے مگر تمھیں بڑے افضل صدقہ کا ثواب ملے گا۔

1۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 3667/ مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث: 5002

بہن کی حیثیت سے حق:۔

قرآن حکیم میں جہاں عورت کے دیگر معاشرتی وسماجی درجات کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے۔ جہاں اس کو ماں کا رتبہ اور بیٹی کی حیثیت سے عزت دی گئی ہے وھاں اس کو بطور بہن بھی بہت سے حقوق سے نوازا گیا ہے۔

سورۃ نساء آیت نمبر 12 اور 176 میں بھی بہن کے حقوق کی وضاحت ملتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنْ کَا نَ رَجُلٌ یُورَثُ کَلا لَۃَ اوِ امْرَاُ ۃٌ وَلَہُ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا السُّدُسُ ماِن کَا نُو اُ اَکْثَرَ مِنْ ذَ لِکَ مَھُمْ دَیْنٍ غَیْرَ مُضَا رّ۔

’’اوراگرکسی ایسے مرد یاعورت کی وراثت تقسیم کی جارہی ہو جس کہ نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا ماں کی طرف سے ایک بھائی ہو یا ایک بہن ہوتو ان دونوں میں سے ہرایک کے لیے چھٹا حصّہ ہے۔ پھراگروہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔ (یہ تقسیم بھی)اس وصیت کے بعد(ہوگی)جو(وارثوں کو)نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض(کی ادائیگی)کے بعد‘‘۔(سورۃ نساء 12:4)

آیت نمبر 176 میں بہن کے وراثت کےحق کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یَسْتَفْتُوْ نَکَ قُلِ اللہ یُفْتِیْکُمْ فِی الکَلاَ لَۃِ اِنِ امْرُئوٌ ھَلَکَ لَیْسَ لَہُ وَلَدٌ اُخْتٌ فَلَھَا نِصْفُ مَاتَرَكَ وَھُوَ یَرِثُھَا ان لَمْ یَکُنْ لَّھَا وَلَدٌ فَاِن کَا نَتَا ا ثْنَتَیْنِ فَلَھُمْ الثُّلُثَانِ مِمَّاتَرَكَ وَاِن کَانُوْ ا اخْوَۃَ رِّ جَا لًا وَ نِسَاءَ فَلِذَّ کَرَ حَظِّ الاُ نْثَیَیْنِ۔

’’وہ لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔فرمادیں کہ اللہ تمہیں کلالہ(کی وراثت)کے بارے یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہوجائے جو بے اولاد ہومگراس کی بہن ہوتو اس کے لیے اس(مال)کا آدھا(حصّہ)ہے جو اس نے چھوڑا ہے اور اگر(اس کے برعکس بہن کلالہ ہوتو اس کے مرنے کی صورت میں اسکا)بھائی اس کا وراث ہوگا۔اگراس کی کوئی اولاد نہ ہوتو۔ پھراگر(کلالہ بھائی کی موت پر)دو(بہنیں وراث)ہوں تو ان کے لیے اس(مال)کا دوتہائی(حصّہ)ہے جو اس نے چھوڑا ہو اور اگر(بصورت کلالہ مرحوم کے)چند بھائی بہن مرد(بھی)اور عورتیں(بھی وراث)ہوں تو پھر(ہر)ایک مرد کا(حصّہ)دو عورتوں کے برابر ہوگا‘‘۔

(النساء:176:4)

سورۃ النساء،آیت نمبر 12،176

بیوی کی حیثیت سے حق:۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کے تسلسل و بقا کے لیے ازدواجی زندگی اور خاندانی رشتوں کو اپنی نعمت قرار دیا ہے۔ بیوی کے رشتے کی اہمیت اور اس سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

سورۃ نساء آیت نمبر 12 میں ہی بیوی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِيْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ۔

''اور تمہارے لیے اس (مال) کا آدھا حصّہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لیے ان کے ترکہ سے چوتھائی ہے۔ اس وصیت کے بعد جو انہوں نے کی ہو۔ قرض کے بعد۔ اور تمہاری بیویوں کا تمہارے چھوڑے ہوئے (مال) میں سے چوتھا حصّہ ہے بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لیے تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصّہ ہے تمہاری اس (مال) کی نسبت کی ہوئی وصیت (پوری کرنے) یا تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد۔ (النساء 4 :12)

یہ قرآن حکیم ہی کی تعلیمات کا عملی ابلاغ تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے بیوی سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی:

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض گزار ہوا:

یا رسول اللہ ﷺ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے اور میری بیوی حج کرنے جا رہی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم واپس چلے جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (1)

اسی تعلیم پر صحابہ اکرام عمل پیرا رہے۔

مرد اور عورت کی آفرینش اور ان میں محبت و رحمت کا یہ تعلق اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی صرف ایک دلیل نہیں بلکہ اس میں بے شمار دلیلیں سمودی گئی ہیں۔

1، الصحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب کتابۃ الامام الناس، 3:1114، رقم 2896 الصحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب من الکتتب فی جیش، 3:1094، رقم 2844 الصحیح، کتاب الحج، باب سفر المرأہ مع محرم، 2:978، رقم 1341

الصحیح ابن حبان، 9:42، رقم 3757/ الصحیح ابن خزیمہ، 4:137، رقم 2529

المعجم الکبیر طبرانی، 11:424، 425، رقم: 12201، 12205

عورت کے خاوند پر اخلاقی حقوق کثیر ہیں، ہر وہ حق جو حسن اخلاق میں آتا ہے وہ خاوند پر اخلاقاً لازم ہے اور ہر وہ قول وفعل جو بدمزاجی میں آتا ہے اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ اگر انسان زوجہ کو اپنے گھر کا ایک فرد سمجھے تو یقیناً تمام گھریلو جھگڑے، فساد ختم ہو جائیں، لیکن بشرطیکہ وہ زوجہ بھی اپنے آپ کو یہی سمجھے کہ میں یہاں اجنبی نہیں بلکہ میں اس گھر کا ایک فرد ہوں۔ شریعت نے اسی وجہ سے زوجہ کے ماں باپ کو خاوند کے ماں باپ ہونے کا درجہ دیا ہے۔ اور خاوند کے ماں باپ کو زوجہ کے ماں باپ ہونے کا درجہ دیا ہے۔ جب یہ بات دونوں کو سمجھ آ جائے تو ساس اور بہو کے جھگڑے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

خاوند پر اخلاقاً لازم ہے کہ وہ اپنی زوجہ کی ہر قسم کی تکلیف کو دور کرنے کی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرتا رہے۔ بیمار ہونے پر جتنا ہو سکے علاج کروائے، اس کے والدین کو اسکی ملاقات سے نہ روکے۔ کیونکہ اس میں قطع رحمی ہے جو کہ گناہ ہے۔ اس کے محرم آدمیوں چچا، ماموں، بھائی، بھانجوں، بھتیجوں کو اس کے پاس آنے سے نہ روکے۔ البتہ اسکے ماں باپ پر ہفتے میں ایک دن آ سکتے ہیں اخلاقی طور پر وقت کا تعین نہیں۔ عام عادت یا ضرورت کے مطابق جب بھی یہ لوگ ملاقات کرنا چاہیں خاوند کو چاہیے کہ وہ کشادہ روئی یعنی ہنس مکھ چہرے سے ملے۔

''خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی زوجہ کو اتنی دیر کے بعد اجازت دے کہ وہ اپنے والدین کو ملے جتنی دیر میں عام طور پر ملاقات کرنے کا رواج ہو یا عورت کی تمنا ہو''۔ (1)

یقیناً شروع شروع میں عورت جلدی جلدی جانے کی تمنا کرتی ہے، عیال میں مشغول ہونے کے بعد وہ خود ہی کم ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: مرد کو چاہیے کہ کم از کم چار ماہ میں ایک بار اپنی بیوی سے ضرور صحبت کرے۔ بلا وجہ عورت کو چھوڑ کر بہت دن سفر پر نہ رہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو رات کے وقت یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر رب کا خوف نہ ہوتا تو آج میری چارپائی سے آواز آتی ہوتی یعنی کسی مرد کو میں اپنے پاس سونے اور مجامعت کی اجازت دیتی۔

تو حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی بیٹی یعنی حضور ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہؓ سے پوچھا کہ عورت مرد کے بغیر کتنے دن صبر کر سکتی ہے۔ انہوں نے فرمایا چار ماہ حد درجہ چھ ماہ، حضرت عمر فاروقؓ نے قانون جاری کر دیا کہ کوئی سپاہی چار ماہ سے زیادہ باہر نہ رہے۔ اس مدت میں اسے ضرور چھٹی دے جائے بلکہ زمانہ فاروقی میں حضرت کعب بن اسود اسدی نے ایک عابد وزاہد مرد کو حکم دیا کہ تین دن تو شب بیداری (رات کو جاگنا) عبادت گزاری میں گزارو، چوتھے دن اپنی بیوی سے تعلق رکھو، ان کی اس نیک صحبت اور علمی کمال کی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا: (2)

عورت پر اخلاقی حقوق بھی خاوند کے اخلاقی حقوق کی طرح ہیں، ہر وہ کام جو عورت کی خوش مزاجی اور خاوند کی تابعداری اور سلیقہ شعار ہونے پر دلالت کرے وہ اخلاقاً اس کے ذمہ لازم ہے۔ کھانا پکانا، کپڑے دھونا، گھر کی صفائی وغیرہ یہ ایسے کام ہیں جن سے عورت کے سلیقہ شعار ہونے یا سست اور گندہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ یہ اسی وقت ہو سکے گا جب عورت خاوند کے گھر کو اپنا گھر سمجھے، زندگی بھر وہاں رہنے کا پکا ارادہ رکھے۔

1۔ فتح القدیر، علامہ کمال الدین بن ہمام، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 358

2۔ فتح القدیر، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 441 / تفسیر نعیمی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 409

باب نمبر 4:۔

عورت کے ازدواجی حقوق:۔

فصول

1۔ شادی کا حق

2۔ مہر کا حق

3۔ حسنِ سلوک کا حق

4۔ کفالت کا حق

5۔ معمولی جھگڑے پر عورت کو نصیحت کرنے کیلئے تین طریقے

6۔ مرد اور عورت کے درمیان جھگڑے کو مٹانے کا طریقہ

7۔ میاں بیوی میں صلح و خیر کا اصول

8۔ سیاہ کار عورت اور اُس کی سزا

9۔ احکامِ حرمت

عورت کے ازدواجی حقوق:۔

سورۃ نساء کی روشنی میں عورت کے درج ذیل نمایاں ازدواجی حقوق سامنے آتے ہیں۔

شادی کا حق:

اسلام سے قبل عورتوں کو مردوں کی ملکیت تصور کیا جاتا تھا۔اورانہیں نکاح کا حق حاصل نہ تھا۔اسلام نے عورت کو نکاح کا حق دیا کہ جو یتیم ہو، باندی ہو یا مطلقہ،شریعت کے مقرر کردہ اصول وضوابط کے اندر رہتے ہوئے انہیں نکاح کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

اگرچہ کئی معاشرتی اور سماجی حکمتوں کے پیش نظر اسلام نے مردوں کو ایک سے زائد شادیوں کا حق دیا ہے مگر ایسے بیویوں کے مابین عدل وانصاف سے مشروط ٹھہرایا اور اس صورت میں جب مرد ایک سے زائد بیویوں میں عدل وانصاف قائم نہ رکھ سکیں انہیں یک ہی نکاح کرنے کی تلقین کی۔

سورۃ نساء آیت نمبر 3 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۔"وَاِن خِفۡتُمۡ اَ لاَّ تُقۡسِطُوۡا فِی الیَتَا مَی فَا نۡکِحُوۡ مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَالنِّسَاءِ مَثۡنَی وَ ثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَانۡ خِفۡتُمۡ الاّ تَعۡدِ تُوۡا فَوَاحِدَ ۃَ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَا نُکُمۡ ذَلِکَ اَدۡ نَی اَلاّ تَعُو لُوۡا

"اوراگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لیے پسندیدہ اورحلال ہوں،دودواورتین تین اور چارچار (مگر یہ اجازت بشرط عدل ہے) پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم (زائد بیویوں میں) عدل نہیں کرسکو گے تو صرف ایک ہی عورت سے (نکاح کرو) یا وہ کنیزیں جو (شرعاً) تمہاری ملکیت میں آئی ہوں یہ بات اس سے(1) قریب تر ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (النساء3:4)

ایک اور آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعُوۡ ا أنۡ تَعۡدِ لُوۡا بَیۡنَ النِّسَاءِ وَلَوۡ حَرَمۡتُمۡ فَلَ تَمِیۡلُوۡ اُکُلَّ المَیۡلِ فَتَذَرُ و هَا کَا لۡمُعَلَّقَۃِ وَاِنۡ تُصۡلِحُوۡ ا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللہ کَانَ غَفُوۡ رَ رَّحِیمَا۔

"اوراگرہم ہرگز اس بات کی طاقت نہیں رکھتے (ایک سے زائد) بیویوں کے درمیان (پوراپورا) عدل کرسکو اگرچہ تم کتنا ہی چاہو (ایک طرف) پورے میلانِ طبع کے ساتھ نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو (درمیان میں) لٹکتی ہوئی چیز کی طرح چھوڑ دو اگر تم اصلاح کرلو (حق تلفی) اور بچتے رہو تو اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ (النساء،129:4) (2)

1۔سورۃ النساء آیت نمبر 3۔

2۔سورۃ النساء، آیت نمبر 129۔

ان آیات سے واضح ہے کہ اسلام کا رجحان ایک زوجگی کی طرف ہے اوران حالات میں جہاں اسلام نے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے اسے عدل ومساوات سے مشروط ٹھہرایا ہے۔ مردان تمام معاملات میں جواس کے بس میں ہیں مثلاً غذا، لباس، مکان، شب باشی اورحسن معاشرت میں سب کے ساتھ عدل کا سلوک کرے۔ گویا ایک سے زائد شادیوں کا قرآنی فرمان حکم نہیں بلکہ اجازت ہے۔ جو بعض حالات میں ناگزیر ہوجاتی ہے۔ جنگ، حادثات طبی اورطبعی حالات بعض اوقات ایسی صورت پیدا کر دیتے ہیں کہ معاشرے میں اگر ایک سے زائد شادیوں پر پابندی عائد ہوتو وہ سنگین سماجی حالات کا شکار ہوجائے۔ جس کے اکثر نظائر ان ممالک میں دیکھے جاسکتے ہیں جہاں ایک سے زائد شادیوں پر قانونی پابندی عائد ہوتی ہے۔

تاہم یہ اسلام کا تصورعدل ہے وہ معاشرہ جہاں ظہوراسلام سے قبل دس دس شادیاں کرنے کا رواج تھا۔ اور ہر طرح کی جنسی بے اعتدالی عام تھی۔ اسلام نے اسے حرام ٹھہرایا۔ اور شادیوں کوصرف چار تک محدود کرکے عورت کے تقدس اور سماجی حقوق کوتحفظ عطا فرمایا ہے۔

مہر کا حق:۔

اسلام نے عورت کوملکیت کا حق عطا کیا۔ عورت کے حق ملکیت میں جہیز اور مہر کا حق بھی شامل ہے۔ قرآن حکیم نے مردوں کو نا صرف عورتوں کی ضروریات کا کفیل بنایا بلکہ انہیں تلقین کی کہ اگر وہ مہر کی شکل میں ڈھیروں مال بھی دے چکے ہوں تو واپس نہ لیں، کیونکہ وہ عورت کی ملکیت بن چکا ہے۔

سورہ نساء آیت نمبر 4 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاٰ تُوْ ا النِّسَا ءَ صَدُ قَاتِهِنَّ نَحْلَةَ فَاِ نْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْیِ ءٍ مِّنْهُ نَفْساَ فَكُلُوْهُ هَنِيئاَ مَّرِيئاَ۔

''اورعورتوں کوان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، پھر اگر وہ اس (مہر) میں سے کچھ تمہارے لیے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو تب اسے (اپنے لیے) سازگار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ۔ (النساء،4:4)

ایک اور جگہ آیت نمبر 20 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اِسْتِبْدَالُ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَاٰتَيْتُمْ اِحْدَا هُنَّ قِنْطَارًا فَلاَ تَا خُذُوْ امِنْهُ شَيْاَ اَ تَا خُذُ وَنَهُ بُهْتَا نَا وَاِثْماَ مُّبَيْنَا۔

''اوراگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو۔ کیا تم بہتان تراشی کے ذریعے اور کھلا گناہ کرکے وہ مال واپس لو گے؟

سورۃ النساء آیت نمبر 4 / آیت نمبر 20

ان آیات میں اس بات کی دلیل ہے کہ خاوندوں کے ذمے بیویوں کو حق مہر دینا واجب ہے۔اور یہ مقفق علیہ بات ہے جیسا کہ قرطبیؒ کہتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اس کے کثیر کی کوئی حد نہیں۔علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے۔جبکہ اسکی کم از کم مقدار کے بارے انہوں نے اختلاف کیا ہے۔(1)

مہر کی کم از کم حد شریعت نے دس درہم مقرر کی ہے۔یعنی دو تولے سات ماشے چار رتی چاندی یا اس کی قیمت، اب نئے اوزان میں تقریباً اکتیس گرام وزن ہے۔جس طرح چاندی کی قیمت کم یا زیادہ ہوگی اسی طرح مہر کی رقم میں کم بیشی ہوتی رہے گی۔ معلوم نہیں کس وقت بتیس روپے دس آنے کا حساب لگایا گیا تھا۔وہ آج تک جہلا میں مشہور ہے کہ مہر کی رقم آج بھی یہی ہے۔یہ بالکل غلط ہے۔

عورت کا سب سے پہلا مہر حضرت حواؑ کا تھا۔حضرت آدمؑ کا جب نکاح ہو گیا تو آپ نے حضرت حوا کی طرف میلان کرنا چاہا تو فرشتوں نے کہا: اے آدم ٹھہر جاؤ۔

آپ نے فرمایا کیوں جب رب نے اسے پیدا ہی میرے لیے کیا ہے۔فرشتوں نے کہا پہلے مہر ادا کرو۔آپ نے پوچھا مہر کیا ہے تو فرشتوں نے جواب دیا وہ مہر یہ ہے آپ (آخر الزمان نبی، سیدالانبیاء) محمد ﷺ پر درود شریف پڑھیں۔

درود شریف کتنی دفعہ پڑھنا مہر مقرر ہوا تھا اس میں اختلاف ہے۔اگرچہ تعداد میں اختلاف ہے۔تفسیر جمل نے تین مرتبہ اور صادی نے بیس مرتبہ کا قول ذکر کیا ہے۔اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت حوا کا حق مہر حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا ہی مقرر کیا گیا۔ (2)

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہر کتنا مقرر ہونا چاہیے اس سلسلے میں سب سے پہلے ہمیں سنت نبوی کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: خبردار عورتوں کا مہر بہت زیادہ نہ مقرر کرو (یعنی اتنا زیادہ کہ تمہیں ادا کرنے کی طاقت ہی نہ ہو) اگر اتنا زیادہ مہر دنیا میں قابل تعریف اور آخرت میں تقویٰ کی زیادتی کا سبب ہوتا تو نبی کریم ﷺ تم سب سے بہتر تھے۔حالانکہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا نکاح کرتے ہوئے اپنی ازواج کا مہر یا اپنی بیٹیوں کا نکاح کر کے دینے میں انکا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر فرمایا۔ (3)

''حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کی ازواج کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔اوقیہ کا وزن چالیس درہم ہے'' ساڑھے بارہ اوقیہ کا وزن پانچ سو درہم ہے۔ (4)

1۔فتح القدیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 531-532

2۔تفسیر صادی علی جلالین، علامہ شیخ احمد صادیؒ، مکتبہ رحمانیہ، جلد نمبر ا، جز نمبر ا، صفحہ نمبر 52

3۔سنن ابوداؤد، 2106، سنن ابن ماجہ، 1887/ جامع ترمذی 1114/ سنن دارمی، 2200

4۔صحیح مسلم، 1426/ سنن ابوداؤد، 2105/ سنن ابن ماجہ 1886/ مسکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث، 3203

نبی کریمﷺ کی ایک زوجہ محترمہ حضرت حبیبہؓ کا مہر چار ہزار درہم مقرر ہوا تھا۔لیکن وہ حبشہ میں تھیں۔اس نکاح کے وکیل شاہ نجاشی تھے جو حبشہ کے حاکم تھے، یہ مہر انہوں نے ہی مقرر کیا تھا۔اور نبی کریمﷺ کی جانب سے یہ مہر خود ادا کیا تھا۔ (1)

حضرت عمرؓ کی روایت میں اس زیادتی سے منع کیا گیا ہے جو ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو تمام عمر ادا نہ ہوا اور عورت معاف بھی نہ کرے۔اس کا خاوند مقروض ہونے کے حال میں فوت جائے، یہ طریقہ ایک شخص کو گنہگار کرنے کا سبب ہے ورنہ مطلقاً زیادتی منع نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ زیادہ مہر نہ مقرر کرو۔آپ نے حد مقرر فرمادی کہ چار سو درہم سے زیادہ نہ مقرر کیا جائے۔ایک عورت نے کہا: اے عمر! تم ہمیں اس چیز سے کیوں روک رہے ہو جسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا یہ کہتے ہوئے اس عورت نے موقف پر بطور دلیل سورۃ نساء کی آیت نمبر 20 وَاِنْ اَرَدْتُّمْ-------

پیش کی اس عورت کی دلیل کا مطلب یہ تھا کہ رب تعالیٰ نے تو ڈھیروں مال کا ذکر فرمایا ہے۔کوئی حد مقرر نہیں فرمائی، زیادتی سے منع نہیں کیا۔ مقصد تو ادا کرنے کی طاقت کا ہے تم حد کیوں مقرر کر رہے ہو۔کئی لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اس سے بھی زیادہ ادا کر سکیں گے۔یہ حد مقرر کر کے عورتوں کو رب تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے محروم کرنا ہے۔عورت نے جب اپنے موقف پر دلیل قائم کر دی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، امیر غلطی پر ہے اور یہ عورت حق پر ہے۔آپ نے حد مقرر کرنے کا فیصلہ منسوخ کر دیا۔ (2)

اس ساری بحث سے ثابت ہوا کہ مہر ہلکا پھلکا طاقت کے مطابق مقرر ہو،لیکن صرف دس درہم جو شریعت نے کم از کم حد مقرر کی ہے اسی کو حرف آخر نہ سمجھا جائے۔

اگر مہر کا ذکر ہی نہ ہوا یا اس شرط پر نکاح ہوا کہ مہر کچھ نہیں تو مہر مثل دینا پڑے گا۔یعنی بیوی کے خاندان میں اس جیسی لڑکی کا جو مہر ہو وہ اسکا ہوگا۔ (3)

مہر خود بیوی کا حق ہے اس کے ولی کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔بیوی اپنے مہر کی خود مستقل مالکہ ہے چاہے خود استعمال کرے چاہے کسی کو دے۔اگر عورت خود اپنی خوشی سے چاہے تو دیا ہو مہر خاوند واپس بھی لے سکتا ہے۔اس میں نہ حرمت ہے نہ قباحت۔جبراً مہر واپس لینا یا جبراً معاف کروانا حرام ہے۔خاوند مالک نہ ہوگا۔

1۔سنن ابوداؤد، 2107/ مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث 3208
2۔تفسیر روح امعانی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 453
3۔تفسیر نعیمی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 469

عورت کے مہر کا پیسہ بہت مبارک ہے اس میں شفا ہے۔ جو کوئی بیمار ہو وہ اپنی بیوی کے مہر سے 3 درہم یا کم و بیش لے، اس سے شہد خریدے اور بارش کے پانی میں شہد ملا کر پیئے انشااللہ شفا ہوگی یہ حضرت علیؓ کی روایت ہے۔ اسی لیے علماء فرماتے ہیں درود شریف میں شفاء ہے کیونکہ یہ ہماری پہلی ماں حضرت حواؑ کا مہر ہے۔ مہر صرف مال ہوسکتا ہے غیر مال نہیں کیونکہ لین دین معافی وغیرہ صرف مال ہی کی ہوتی ہے۔ عورت کا مہر مرد کی طرف سے ایک عطیہ اور تحفہ ہے۔ جو اس کے ذمہ لازم قرار دیا گیا ہے۔ (1)

مہر کی زیادہ حد شریعت نے مقرر نہیں کی جتنا ادا کرنے کی طاقت ہو مشکل در پیش نہ آئے اتنی مقدار میں مہر مقرر کرنا چاہیے۔ یہ عورت کا اعزاز ہے۔ لوگ ہزاروں روپے شادی پر خرچ کرتے ہیں۔ مہر کی رقم کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ شرعی مہر مقرر کردو۔ یہ عورت کی حق تلفی ہے۔ حق یہی ہے کہ جتنا آسانی سے ادا کر سکے اتنا مہر مقرر کر کے عورت کو اعزاز بخشا جائے۔ ھاں یہ بھی غلط ہے کہ پچاس ہزار یا ایک لاکھ مقرر ہو گئے لیکن یہ مہر ساری عمر ادا نہ ہوا خاوند مقروض رہا یہ طریقہ بھی غیر شرعی ہے۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ افراط و تفریط سے بچا جائے۔

---

(1) تفسیر نعیمی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 469

حسن سلوک کا حق:

ازدواجی زندگی میں اگر مرد اور عورت کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں تو ذمہ داریاں بھی ہیں۔
سورۃ نساء آیت نمبر 19 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰاَ ایُّھاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ الاَ یَحلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُو النِّسَاءَ کَرْھَا وَلَا تَعْضُلُوْ ھُنَّ لِتَذْھَبُوْا ببَعْضِ مَا اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اِلَّا اَنْ یَّا تِیْنَ بفَا حِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ وَعَا شِرُوْھُنَّ بَا لمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْ ھُنَّ فَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْاً وَّ یَجْعَلَ اللہ فِیْہِ خَیْرَا کَثِیْرَا۔ (1)

’’اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تمہارے لیے حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ انہیں اس لیے روک رکھو کہ تم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو۔ مگر اس صورت میں کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو۔ پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔ (سورۃ نساء آیت نمبر 19)۔

اسلام سے پہلے عرب میں عورت کی خاندانی زندگی بہایت قابل رحم تھی۔ قدر و منزلت تو درکنار اسے جانوروں سے زیادہ وقعت نہیں دی جاتی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں۔

’’خدا کی قسم زمانہ جاہلیت میں ہماری نظر میں عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی، حتیٰ کہ خدا نے ان سے متعلق جو احکام نازل کرنا چاہے نازل کر دیئے اور جو حقوق ان کے مقرر کرنا تھے، مقرر کر دیئے‘‘۔ (2)

’’اور تو اور عورت، جانوروں اور دوسرے ساز و سامان کی طرح رہن تک رکھی جاسکتی تھی‘‘ (3)

وہ رہن ہی نہیں رکھی جاتی تھیں بلکہ فروخت بھی کی جاتی تھی۔

1۔ سورۃ نساء آیت نمبر 19۔

2۔ مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب حکم العزل، 2:1108، رقم 1479/ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب تبتغی مرضاۃ، 4:1886، رقم: 4629/ عسقلانی، فتح الباری، 8:658

3۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرہن، باب رہن السلاح، 2:887، رقم: 2375

صحیح بخاری میں ہے۔سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبل اسلام جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کے وارث اس کے پورے حقدار سمجھے جاتے۔اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اپنے نکاح میں لے لیتا اگر وہ چاہتے تو دوسرے کسی کے نکاح میں دے دیتے۔اگر چاہتے تو نکاح ہی نہ کرنے دیتے، میکے والوں سے زیادہ اس عورت کے حق دار سسرال والے ہی گنے جاتے تھے۔جاہلیت کی اس رسم کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی۔ (1)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی گھر والی کے ساتھ تو بہتر سے بہتر سلوک کرنے والا ہو میں اپنی بیویوں سے بہت اچھا رویہ رکھتا ہوں''۔ (2)

نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ بہت لطف وخوشی بہت نرم اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔انہیں خوش رکھتے تھے۔ان سے ہنسی دل لگی کی باتیں کرتے تھے۔ان کے دل اپنے مٹھی میں رکھتے تھے۔انہیں اچھی طرح کھانے پینے کو دیتے تھے۔ الغرض بہت ہی پیار محبت سے اپنی بیویوں کو رکھتے۔پس مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرح راضی خوشی محبت و پیار سے رہیں۔

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:''عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی ذمہ داری پر حاصل کیا ہے۔ان کی شرم گاہوں کو اللہ کے کلمے پر حلال کیا ہے۔تمہارا ان پر حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم نہ پسند کرتے ہو پھر اگر وہ ایسا کریں تو تم پر یہ حق ہے کہ تم دستور کے مطابق خوراک اور پاشاک مہیا کرو''۔ (3)

آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی مومن (اپنی) مومنہ (بیوی) سے بغض نہ رکھیں اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہوگی تو ضرور کوئی دوسری پسند بھی ہو گی''

1۔بخاری،الصیح،کتاب التفسیر،باب لاتحل لکم ان ترثوالنساء کرھا،حدیث:2079
2۔سنن ترمذی،کتاب مانقب،باب فضل از دواج النبی ﷺ:3895/ سنن دارمی:2،159
3۔مسلم،الصیح،کتاب الحج،باب الحجۃ النبی ﷺ/ تسیر القرآن،جلد نمبر1،صفحہ نمبر375

مثلاً تیری بیوی خوب صورت یا تعلیم یافتہ تو نہیں مگر وہ کفایت شعار ہے اور خانہ داری سے خوب واقف ہے۔اور تنگی ترشی میں خاوند کو نا جائز تنگ نہیں کرتی بلکہ اسکی اطاعت گزار اور فرماں بردار ہے۔اب اگر مرد محض کسی عورت کی خوبصورتی کی وجہ سے اسے گھر لانا چاہتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ خوبصورت عورت مطالبات سے اپنے خاوند کے ناک میں دم کر دے کفایت شعار بھی نہ ہو۔گھر کی صفائی اور امور خانہ داری کے لیے شوہر سے کسی ملازم یا ملازمہ کا مطالبہ کر دے۔اور اس کا جینا حرام کر دے۔ (1)

اگر وہ صبر سے کام لے اور عورت کے تمام امکانات بروئے کار آنے کا موقع دے تو اس پر خود ثابت ہو جا تا کہ اس کی بیوی برائیوں سے بڑھ کر خوبیاں رکھتی ہے۔ (2)

اسلام نے نکاح کو ایک معاہدہ قرار دے کر بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔سورۃ نساء آیت نمبر 21 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيثَا قَا غَلِيظًا ۚ

''اور تمہاری عورتیں تم سے مضبوط عہد لے چکی ہیں''۔ (21:4)

اس ''مضبوط عہد'' کی تفسیر خود حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمائی ہے۔

''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔کیونکہ تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت لیا ہے''۔ (3)

1۔تیسیر القرآن،جلد نمبر ا،صفحہ نمبر 375

2۔تفہیم القرآن،جلد نمبر 1،صفحہ نمبر 334

3۔ابوداؤد،السنن،کتاب المناسک،باب صحۃ الحجۃ النبی ﷺ،185:2،رقم:1905

کفالت کا حق:۔

مرد کو عورت کی جملہ ضروریات کا کفیل بنایا گیا ہے۔اس میں اُس کی خوراک،سکونت،لباس،زیورات وغیرہ شامل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الرِّ جَالُ قَوَّا مُوْنَ عَلَى النِسَاءِ بِماَ فَضَّلَللہ بَعْضَھُمْ عَلَى بَعْضِ وَبِمَا أَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ۔

''مرد عورتوں پر محافظ و منتظم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔اور اسی وجہ سے (بھی) کہ مرد (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ (النساء4:34) (1)

کسی چیز کی ضروریات کو مہیا کرنے والے۔اسکی نگہبانی اور حفاظت کرنے والے اور اس کی اصلاح اور درستگی کرنے والے کو عربی میں ''قوام'' کہا جاتا ہے۔جیسے ہر فوج ایک کمانڈر اور ہر مملکت کا ایک فرمان روا ہونا ضروری ہے جو نظام کو قائم رکھے اور فوج اور رعایا اس کے حکم کی تکمیل کرے۔اسی طرح گھر ایک ریاست ہے اس کا بھی ایک حاکم اعلیٰ ہونا چاہیے، جو گھر کی تمام ضروریات کا کفیل اور خوشحالی کا ذمہ دار ہو۔اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے ورنہ گھر کا سکون واطمینان برباد ہو کر رہ جائے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ذمہ داری کس کو سونپی جائے اور اس بارگراں کو اٹھانے کی بہترین صلاحیت کس میں ہے۔اس کے دو ہی امیدوار ہیں ماں اور باپ،قرآن مجید نے باپ کو اس ذمہ داری کا اہل قرار دیا ہے اس کی وجہ بھی بتائی کیونکہ اس میں دو خوبیاں ہیں۔

1۔ وہبی۔ (رب کی طرف سے عطا کردہ)

2۔ کسبی۔ (جس میں انسان کی اپنی محنت کا بھی دخل ہو) انہیں کہ باعث وہ گھر کا رئیس مقرر کیا گیا ہے۔

حکیم بن معاویہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:''ایک آدمی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی:عورت کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے۔جو خود پہنے تو اسے بھی پہنائے،اس کے منہ پر نہ مارے سے برا نہ کہے اور گھر کے علاوہ کہیں نہ چھوڑے۔ (2)

حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی ہندہ کے اپنے خاوند کی کنجوسی کی شکایت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا:''تو (ابوسفیان کے مال سے) اتنا مال لے سکتی ہے جو تجھے اور تیرے بچوں کے لیے باعزت طور پر کافی ہو'' (3)

اگر نفقہ واجب نہ ہوتو آپ ﷺ اسے ابوسفیان کی اجازت کے بغیر مال لینے کی اجازت نہ فرمائے۔مسلم فقہاء نے عورت کے اس حق کو نہ صرف قرآن وسنت بلکہ اجماع وعقلی طور پر بھی ثابت قرار دیا۔

1۔سورۃ نساء،آیت نمبر 34۔

2۔ابن ماجہ،السنن،کتاب النکاح،باب حق المراۃ،1:593،رقم:1850/ابوداؤد،السنن،کتاب نکاح،باب حق المرأۃ،2:244،رقم:2141/ترمذی،الجامع الصحیح،کتاب الرضاع،باب ماجاء فی حق المراۃ،3:466،رقم 1162

3۔بخاری،الصحیح،کتاب النفقات،باب اِذلم جیفق الرجل،5:2050،رقم:5049/ابن ماجہ،السنن،کتاب اتجارات،باب التغلیظ فی الرباء2:769،رقم:2293/دارمی،السنن،2:211، رقم:2259

علامہ الکاسانی کے مطابق:۔

جہاں تک اجماع سے وجوبِ نفقہ کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں پوری امت کا اجماع ہے کہ خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے۔

''عقلی طور پر شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہونا اس طرح ہے کہ وہ خاوند کے حق کے طور پر اسکی قید نکاح میں ہے۔ دوسرے یہ کہ اسکی قید نکاح کا نفع بھی خاوند ہی کو لوٹ رہا ہے لہذا اسکی کفالت بھی خاوند کے ذمہ ہی ہونی چاہیے۔ اگر اس کی کفالت کی ذمہ داری خاوند پر نہ ڈالی جائے اور نہ وہ خود خاوند کے حق کے باعث باہر نکل کر کما سکے تو اس طرح وہ ھلاک ہو جائے گی لہذا اس کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہے چنا چہ یہی وجہ ہے کہ قاضی کا خرچہ مسلمانوں کے بیت المال سے مقرر کیا گیا ہے کیونکہ وہ انہی کے کام میں محبوس ہے اور اسکی کسی دوسرے ذریعے سے کمائی نہیں کر سکتا لہذا اس کے اخراجات ان کے مال یعنی بیت المال سے وضع کیے جائیں گے۔ اسی طرح یہاں (عورت کے نفقہ میں) ہے۔ (1)

1۔ کاسانی، بدائع الصنائع، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 46

معمولی جھگڑے پر عورت کو نصیحت کرنے کے تین طریقے:۔

سورۃ نساء آیت نمبر 34 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡ زَهُنَّ فَعِظُوۡ هُنَّ وَاهۡجُرُوۡهُنَّ فِی الۡمَفَا جِعِ وَ الۡضۡرِبُوۡ هُنَّ فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيۡرًا (34)

''اور وہ بیویاں کہ خوف کرتے ہو تم انکی نافرمانی کا تو نصیحت کرو انہیں، اور چھوڑ دو انہیں خواب گاہوں میں (ان سے علیحدہ سو جاؤ) اور مار سکتے ہو تم ان کو، پس اگر اطاعت کر لیں وہ تمہاری تو نہ تلاش کرو ان پر راستہ بے شک اللہ ہے بڑائی بلندی والا''۔

یعنی جب عورتیں تمہاری نافرمانی سے سر اٹھالیں۔ نافرمانی کرنے لگ جائیں تو سب سے پہلے ان کو زبان سے نصیحت کرو اور یہ کہو اتقین الله وارجعن عمّا انتُنَّ علیه۔ اللہ سے ڈرو، یہ طریقہ چھوڑ دو سیدھی راہ پر آجاؤ۔

خیال رہے صاحب التیسر نے ''تخافون'' کی تفسیر ''تعلمون'' سے کی ہے۔ یعنی جب تمہیں علم حاصل ہو جائے کہ یہ نافرمان ہو چکی ہیں۔ فقط خدشات کے پیش نظر کوئی ضروری نہیں البتہ اچھی نصیحت مستقبل کے لیے کوئی بری بات بھی نہیں ہے۔ اگر زبانی نصیحت کا فائدہ نہیں ہو رہا تو دوسری نصیحت کرنے کا طریقہ رب قدوس نے یہ بیان فرمایا۔

'' وَاهۡجُرُوۡ هُنَّ فَی الۡمَضَاجِع '' ''ان سے علیحدہ ہو کر سو جاؤ'' پیٹھ پھیر لو، یعنی مجامعت ترک کر لو، کچھ دیر قطع تعلقی کر کے دیکھ لو لیکن یہ قطع تعلقی ان سے منہ پھیرنے اور مجامعت ترک کرنے تک محدود رہے۔ ان کو گھر سے نکالنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ معمولی جھگڑے پر انہیں گھر سے نکالنا خاوند کی بے ہودگی، بدمزاجی، بدخلقی اور مروت سے دور ہونے پر دلالت کرئے گا۔ (1)

اگر قطع تعلقی سے کوئی بھی فائدہ حاصل نہ ہو تو نصیحت کرنے کا تیسرا طریقہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ '' وَاضۡرِبُوۡهُنَّ '' ''اور تم انہیں مار سکتے ہو''

سبحان اللہ! حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمیؒ نے کیا خوب ترجمہ کیا ہے کہ تم مار سکتے ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اچھے لوگ پھر بھی ہرگز نہیں ماریں گے۔ اگر چہ ایسے حالات میں معمولی مار کر سیدھی راہ پر لانا جائز تو ہے لیکن ضروری نہیں بلکہ برداشت کرنا اس کے لیے بہتر ہے۔ (2)

چو مستور باشد زن خوب رو
بدیدار او در بہشت امت شو
بکہ در نکوئی وزشتی مکن
چوں زن راہ بازار گیرد بزن
وگرنہ تو در خانہ بنشین چو زن

1۔ تفسیر روح المعانی، علامہ آلوسی، جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 25۔
2۔ تفسیر نعیمی، مفتی احمد یار خان نعیمی، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 62۔

ترجمہ:۔

وہ شخص جسکی زوجہ خوب صورت باپردہ ہو اس کے دیدار سے شوہر اپنے آپ کو جنت میں سمجھتا ہے۔اگر زوجہ نیک اور اچھے اخلاق والی میسر ہو، تو اسکی خوبصورتی اور بدصورتی کو نہ دیکھو۔ جب تمہاری زوجہ بازاروں میں گھومنے والی بن جائے تو اسے مار کر (یا نصیحت کر کے) درست کرو۔ (1)

ایک بزرگ کی اپنی بیوی سے ان بن رہتی تھی، کسی مرید نے اس جھگڑے کی وجہ پوچھی انہوں نے فرمایا میرے گھریلو حالات سے تمہیں کیا تعلق۔ میں جانوں میری بیوی جانے، تم پوچھنے والے کون ہو؟ آخر طلاق تک نوبت آ گئی انہوں نے طلاق دے دی عورت نے بعد عدت دوسرے سے نکاح کر لیا۔ مرید نے پوچھا حضرت اب تو بتا دیں کہ اس میں کیا خرابی تھی فرمایا، اب وہ عورت کسی دوسرے کی ہو چکی ہے مجھے دوسروں کے عیب کھولنا حرام ہیں۔ اسکی خدمت وصحبت کا حق بھی یہی ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا
دل دشمناں ہم نہ کروند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کر با دوستانت خلافت است و جنگ

ترجمہ:۔

میں نے سنا ہے کہ اللہ کے مرد دشمنوں کے بھی دل نہیں دکھاتے۔ تجھے وہ مرتبہ کیسے مل سکتا ہے کہ تو اپنے دوستوں سے لڑتا جھگڑتا ہے۔ چمکتے ہوئے چاند پر کتنا بھونکتا ہے۔ چانداس کے کھلے ہوئے منہ میں بھی اپنا نور ڈال دیتا ہے۔ گویا کہ کہتا ہے کہ جو تیرے پاس ہے وہ تو دے، جو میرے پاس ہے وہ مجھ سے لے، تیرے پاس بھونکنا اور میرے پاس چمکنا ہے۔ (2)
شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

زن بد در سرائے مرد نکر
ہمدریں عالم است دوزخ او
زینہار از قرین بد زنہار
وقنا ربنا عذاب النار

ترجمہ:۔

بری عورت نیک آدمی کے گھر اسی دنیا میں دوزخ کا عذاب ہے۔ بچا برے ساتھی سے بچا۔ اے ہمارے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ (3)

1۔ روح البیان، علامہ اسماعیلؒ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 222/ تفسیر نعیمی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 624
2۔ گلستان سعدی، شیخ سعدی، باب دوم در اخلاق درویشاں، حکایت نمبر 4، صفحہ نمبر 68
3۔ گلستان سعدی، شیخ سعدی، باب دوم در اخلاق درویشاں، حکایت نمبر 30، صفحہ نمبر 90

مرداورعورت کے درمیان جھگڑے کومٹانے کا طریقہ:۔

سورۃ نساء آیت نمبر 32 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَا بْعَثُوْ ا حَكَمًامِّنْ اَهْلِه وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَ آ اِصْلَا حًا يُّوَفِّقِ اللهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا (35)

''اگران دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈروتو ایک منصف مرد کے گھر والوں سے اورایک منصف عورت کے گھر والوں سے مقرر کرلو، اگروہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کردے گا۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے''

اگر خاونداور بیوی دونوں آپس میں ناراض ونالاں ہوں تو کیا کیا جائے؟ پس اس صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے کامل قرآن نے بتادیا ہے کہ ایسی صورت حال میں حاکم ثقہ اور سمجھدار آدمی کو مقرر کرکے جو یہ دیکھے ظلم وزیادتی کس طرف سے ہے۔ پس ظالم کو ظلم سے روکے۔ اگر اس پر بھی کوئی بہتری کی صورت نہ نکلے تو عورت والوں میں سے ایک اس کی طرف سے مرد والوں میں سے ایک بہتر آدمی اس کی جانب سے منصف مقرر کردیں اور وہ دونوں مل کر تحقیق کریں۔ جس امر میں مصلحت سمجھیں اس کا فیصلہ کردیں۔ (1)

یہ پنچ یا ثالث مقرر کرنے والا کون ہے؟ اس سوال کو اللہ نے مبہم رکھا۔ تا کہ اگر زوجین خود چاہیں تو اپنے اپنے رشتہ داروں میں سے خود ہی ایک ایک آدمی کو اپنے اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کرلیں۔ ورنہ دونوں خاندانوں کے بڑے بوڑھے مداخلت کرکے ثالث مقرر کرلیں۔ اگر مقدمہ عدالت تک پہنچ ہی جائے تو عدالت خود کوئی کاروائی کرنے سے پہلے خاندانی ثالث مقرر کرکے اصلاح کی کوشش کرے۔ (2)

1۔ تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 726
2۔ تفہیم القرآن، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 350-351

میاں بیوی میں صلح وخیر کا اصول:۔

سورۃ نساء آیت نمبر 128 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَان امْرَاۃٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِھَا نُشُوْزاً اَوْ إعْرَاضاً فَلاجُنَاحُ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ۔

''اوراگرعورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی زیادتی یابے رخی سے ڈرے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح کی صلح کرلیں۔اور صلح بہتر ہے۔''

آیت کا ظاہر یہی واضح کررہا ہے۔کہ کسی بھی قسم کا نشوز واعتراض کا خوف ہوتو مصالحت کی گنجائش ہے۔جبکہ لفظ کی عمومیت معتبر ہوتی ہے۔آیت کا ظاہر وہی بتاتا ہے کہ آپس میں مصالحت کی قسم کو اختیار کرنا جائز ہے اسکا تعلق باری ختم کرنے سے ہو کچھ نفقہ چھوڑنا پڑے کچھ حق مہر چھوڑ کر ممکن ہو ہر طرح سے جائز ہے۔ (1)

سیدنا عروہؓ کو قول ہے کہ سیدہ سودہؓ کو بڑی عمر میں معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ انہیں چھوڑ دینا چاہتے ہیں تو خیال کیا کہ آپ ﷺ کو سیدہ عائشہؓ سے پوری محبت ہے اگر میں اپنی باری انہیں دے دوں کو کیا عجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ راضی ہوجائیں اور میں آپ ﷺ کی بیویوں میں ہی آخر دم تک رہ جاؤں گی'' (2)

صحیح بخاری میں ہے کہ اس آیت سے مراد کہ ایک عورت بڑھیا جو اپنے خاوند کو دیکھتی ہے کہ وہ اس سے محبت نہیں کرسکتا بلکہ اسے الگ کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں اپنا حق چھوڑتی ہوں آپ مجھے جدا نہ کریں۔تو آیت دونوں کو رخصت کردیتی ہے۔ (3)

یہی صورت اس وقت بھی ہے جب کسی کی دو بیویاں ہوں اور ایک کو وہ اسکے بڑھاپے اور بدصورتی کی وجہ سے محبت نہ کرتا ہو اور وہ اسے جدا کرنا چاہتا ہو اور یہ بوجہ اپنے لگاؤ یا بعض اور مصالح کے الگ ہونا پسند نہ کرتی ہو تو اسے حق ہے کہ وہ اپنے بعض یا سب حقوق سے الگ ہو جائے اور خاوند اسکی بات کو منظور کرکے اسے جدا نہ کرے۔ (4)

1۔فتح القدیر،جلد نمبر1،صفحہ نمبر 656

2۔سنن ابوداؤد،کتاب النکاح،باب فی القسیم بین النساء: 2135

3۔صحیح مسلم،کتاب التفسیر،باب فی تفسیر ایات متفرقہ،رقم:3021-13

4۔تفسیر ابن کثیر: جلد نمبر1،صفحہ نمبر 30-831

سیاہ کار عورت اور اسکی سزا:۔

سورۃ نساء آیت نمبر 15 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

وَالّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَۃَ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ فَاسۡتَشۡہِدُوۡا عَلَیۡہِنَّ اَرۡبَعَۃً مِّنۡکُمۡ فَاِنۡ شَہِدُوۡا فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰہُنَّ الۡمَوۡتُ اَوۡ یَجۡعَلَ اللّٰہُ لَہُنَّ سَبِیۡلًا۔

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں، ان پر اپنے میں سے چار مرد گوہ طلب کرو۔ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو انہیں گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھا لے جائے۔ یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ بنا دے۔''

ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب عادل گواہوں کی سچی گواہی سے کسی عورت کی سیاہ کاری ثابت ہو تو اسے گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے گھر میں ہی قید کر دیا جائے اور موت سے پہلے اسے نہ چھوڑا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد یہ اور بات ہے کہ اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ پیدا کر دے۔ پھر جب دوسری صورت کی سزا تجویز ہوئی تو وہ منسوخ ہوئی۔ اور حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو اس کا آپ ﷺ پر بہت اثر پڑتا۔ اور تکلیف محسوس ہوتی۔ اور چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک دن اپنے نبی پر وحی نازل فرمائی آپ ﷺ کیفیت وحی سے نکلے تو ارشاد فرمایا: مجھ سے حکم الٰہی لو اللہ تعالیٰ نے سیاہ کار عورتوں کے لیے راستہ نکال دیا ہے۔ اگر شادی شدہ مرد یا شادی شدہ عورت اس جرم کا ارتکاب کریں تو ایک سو کوڑے اور پتھروں سے سنگسار کر دینا۔ اور اگر غیر شادی شدہ ہوں تو ایک سو کوڑے اور اک سال کی جلاوطنی ہے۔ (1)

امام احمدؒ کا مذہب اس حدیث کے مطابق یہی ہے کہ زانی شادی شدہ کو کوڑے بھی لگائے جائیں گے اور رجم بھی کیا جائے گا۔ جبکہ جمہور کے نزدیک کوڑے نہیں لگیں گے صرف رجم کیا جائے گا۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماعزؓ اور غامدیہ عورت کو رجم کیا جائے مگر کوڑے نہیں مارے۔ (2)

اور یہ سزا تب دی جائے گی جب جرم ثابت ہوگا۔ اس جرم کو تعلق چونکہ عزت وآبرو سے ہے اس لیے اسکی اثبات کے لیے دو نہیں چار گواہوں کی ضرورت ہے۔ چاروں گواہ مرد ہوں، مسلمان ہوں، عاقل ہوں، آزاد ہوں۔ (3)

کیونکہ زنا کے گواہ دراصل خود مجرم کی حیثیت سے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ زنا کے گواہوں میں سے کسی ایک کی گواہی بھی نامکمل رہے یا مشکوک ہو جائے تو زانی بچ جائے گا اور گواہوں پر قذف کی حد بڑھ جائے گی۔ اس لیے زنا کی گواہی کے لیے جانا بذات خود بڑا خطرناک کام ہے۔ (4)

1۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزانی، رقم:1690/ سند احمد: جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 318
2۔ تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر، 681
3۔ ضیاء القرآن، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 328
4۔ تیسیر القرآن، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 372

احکام حرمت:۔

سورۃ نساء آیت نمبر 23 میں ان عورتوں کا تفصیلاً ذکر ہوتا ہے جس سے نکاح حرام ہے۔ارشاد بارہ تعالیٰ ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

''حرام کردی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا اور تمہاری بہنیں رضاعت سے اور مائیں تمہاری بیویوں کی اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری گودوں میں (پرورش پا رہی) ہیں ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔اور اگر تم نے صحبت نہ کی ہو۔ان بیویوں سے تو کوئی حرج نہیں تم پر (انکی بیٹیوں سے نکاح کرنے پر) اور (حرام کیں گئیں) بیویاں تمہارے ان بیٹوں کی جو تمہاری پشتوں سے ہیں۔اور (حرام کی گئیں) بیویاں تمہارے ان بیٹوں کی جو تمہاری پشتوں سے ہیں۔اور (یہ بھی حرام ہے) کہ جمع کرو تم دو بہنوں کو مگر جو گزر چکا (سو وہ معاف ہے) یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم والا ہے۔''

یہ حرمت تین طرح کی ہے۔

1۔حرمت نسب

2۔حرمت رضاعت

3۔حرمت مصاہرت

پہلے ان کا ذکر ہے جس کی حرمت کا سبب نسب ہے۔ان کی تعداد سات ہے۔

1۔حرمت نسب:۔

اس میں سب سے پہلے 1۔ماں (اس میں نانی دادی اور اس سے اوپر سب داخل ہیں)

2۔بیٹی۔اس میں پوتی، نواسی نیچے تک سب داخل ہیں۔

3۔بہن۔(سگی اور سوتیلی)

4۔پھوپھی۔

5۔خالہ۔

6۔بھانجی۔

7۔بھتیجی۔

2۔حرمت رضاعت:۔

یہاں سے ان محرمات کا ذکر ہے جو رضاعت کی وجہ سے حرام ہیں۔ساتوں رشتے جو نسب سے حرام وہی رضاعت سے حرام ہیں۔"یحرم من الرضاع مایحرم من النسب"

3۔حرمت مصاہرت:۔

اب ان عورتوں کا ذکر ہے جو علاقہ نکاح کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں۔ان میں سے بعض وہ ہیں جو ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہیں۔بعض وہ ہیں جن کے ساتھ اس وقت تک نکاح حرام ہے جب تک اسکی بیوی اس کے نکاح میں ہے۔پہلی قسم بیوی کی ماں اور اس بیوی کی بیٹی جس سے صحبت کی جا چکی ہو۔اگر صحبت سے پہلے بیوی کو طلاق دے دی تو اسکی بیٹی سے نکاح درست ہوگا۔اور بیٹوں کی بیویاں بھی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہیں یہی حکم پوتوں اور نواسوں کی بیویوں کا ہے۔
دوسری قسم بیوی کی بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی ہیں۔جب تک بیوی زندہ ہے یا نکاح میں ہے اس وقت تک ان سے نکاح درست نہیں اگر بیوی مر جائے یا اسے طلاق دے دے تو پھر ان سے نکاح کرنا درست ہے۔دو بہنوں کو خواہ وہ حقیقی ہو یا رضاعی ایک نکاح میں جمع کرنا بھی حرام حرام ہے۔آپ ﷺ نے پھوپھی، بھتیجی اور خالہ، بھانجی کا ایک عقد میں جمع کرنا ممنوع فرمایا ہے۔اسکی وجہ بیان فرمائی کہ یہ پیار و محبت کے رشتے ہیں اگر یہ سوکنیں بن جائے تو پیار کی جگہ بغض و حسد جگہ لے لے گا جو عام طور پر سوکنوں میں پایا جاتا ہے۔ (1)

1۔ضیاالقرآن،جلد نمبر1،صفحہ نمبر332-333

باب نمبر 5:۔

عورت کے معاشی حقوق:۔

فصول

1۔وراثت کا حق

2۔والدین کے مالِ وراثت میں حق

3۔شوہر کے مالِ وراثت میں حق

4۔کلالہ کے مالِ وراثت میں حق

5۔مرد و عورت کے مساوی حصہ کی نظیر

عورت کے معاشی حقوق:۔

1۔وراثت کا حق:۔

اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق عطا کرتے ہوئے وراثت کا حق بھی عطا کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا

''ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکوں کا حصّہ ہے۔ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکیوں کا بھی حصّہ ہے۔اور یہ حصّے خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ (النساء،7:4)

یعنی اصولی طور پر لڑکا اور لڑکی دونوں وراثت میں اپنا اپنا مقررہ حصّہ لینے کے حقدار ہیں اور کوئی شخص انہیں ان کے حق سے محروم نہیں کرسکتا ہے۔

2۔والدین کے مالِ وراثت میں حق:۔

قرآن حکیم نے اولاد کا حق وراثت کا تعین کرتے ہوئے بھی خواتین کا حق وراثت با تفصیلا بیان کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً ...... لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۔ (النساء:11:4)

''تمہاری اولاد سے متعلق اللہ کا یہ تاکیدی حکم ہے۔کہ ترکے میں لڑکے کے لیے دولڑکیوں کے برابر حصّہ ہے۔اگر اکیلی لڑکی ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا۔اور (میت) کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصّہ ملے گا۔بشرطیکہ وہ اپنے پیچھے اولاد بھی چھوڑے۔اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور وراثت ماں باپ ہی ہوں تو ماں کے لیے اک تہائی (ماں باپ کے ساتھ) بہن بھائی بھی ہو تو اسکی ماں کا چھٹا حصّہ ہوگا۔''

اس آیت مبارکہ میں یہ امر قابل غور ہے کہ تقسیم کی اکائی لڑکی کا حصّہ قرار دیا گیا ہے۔

یعنی سب کے حصّے لڑکی کے حصّے سے گنے جائیں گے۔گویا تمام تقسیم اسکی محور کے گرد گھومے گی۔جاہلیت میں لڑکیوں کو ترکے میں حصّہ نہیں دیا جاتا تھا۔جیسا کہ اکثر دوسرے مذاہب میں اب بھی ہے۔لیکن اسلام کی نظر میں لڑکی کو ترکے کا حصّہ دینا کتنا ضروری ہے۔وہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے تو تقسیم وراثت کی عمارت کی بنیاد ہی لڑکی کے حصّہ پر رکھی ہے پھر فرمایا یہ اللہ کا نہایت تاکیدی حکم ہے۔اس آیت کریمہ سے تقسیم کے یہ اصول معلوم ہوئے۔

1۔اگر اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں ہوں تو ایک لڑکے کا حصّہ ایک لڑکی سے دوگنا ہوگا۔اور اسی اصول پر سارا ترکہ لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم ہوگا۔

2۔اگر اولاد میں لڑکا کوئی نہ ہو اور دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو ان کو بھی دو تہائی ہی ملے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے عمل مبارک سے ان معنوں کی تائید ہوتی ہے۔ایک صحابی حضرت سعد بن ربیعؓ نگ اُحد میں شہید ہوگئے۔انہوں نے اولا دمیں صرف دولڑکیاں چھوڑ دیں۔سعد کے بھائی نے سارے تر کے پر قبضہ کرلیا۔اور لڑکیوں کو کچھ نہ دیا۔اس پر سعد کی بیوہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکایت کی کہ دولڑکیاں موجود ہیں مگر انہیں ان کے چچا نے باپ کے ترکہ میں سے ایک حبّہ تک نہیں دیا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ کے بھائی کو بلوایا اور اسے حکم دیا کہ مرحوم کی دونوں بیٹیوں کو اس کے ترکہ میں سے دوتہائی اور بیوہ کے آٹھواں حصّہ دے دو اور بقیہ خود رکھ لو۔ (1)

3۔اگر اولاد میں صرف ایک لڑکی ہو تو اسے تر کے کا نصف ملے گا۔اور باقی نصف دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم ہوگا۔

4۔اگر اولاد کے ساتھ میت کے ماں باپ بھی زندہ ہوں تو پہلے ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصّہ ملے گا اور باقی دوتہائی مندرجہ بالا شرح سے اولاد کو ملے گا۔(2)

5۔اگر متوفی کی اولاد کوئی نہ ہو صرف ماں باپ ہوں تو اس صورت میں تر کے کا تہائی ماں کو اور باقی باپ کو ملے گا۔

6۔آخری صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ اگر متوفی کے ورثا میں ماں باپ کے ساتھ بہن بھائی بھی ہوں تو ماں کو چھٹا حصّہ ملے گا۔ (3) ممکن تھا کہ کوئی شخص ماں باپ کو اولاد کا وارث قرار دینے پر اعتراض کرتا کیونکہ اس سے پہلے دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اولاد ہی وارث قرار دی گئی تھی۔اس لیے فرمایا۔

آبَا ئو كُمُ وَأَبُنَا ئو كُمُ لَا تَدُرُونَ اَيُّهُمُ اَقُرَابُ لَكُمُ نَفُعَا فَرِيُضَةَ مِّنُ الله اِنَّ الله كَا نَ عَلِيمَا حَكِيُمَا۔

(النساء:11:4) ”تمہارے باپ دادا اور اولاد بھی،لیکن تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع رسانی کے لحاظ سے کون تمہارے زیادہ قریب ہے۔ (یہ حصّے)اللہ نے مقرر کیے ہیں۔بے شک اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔“

یعنی یہ اعتراض کے باپ دادا کیوں وارث بنائے گئے نادانی کی بات ہے۔اس حکم کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ انسان کے لیے اوپر کے رشتہ دار زیادہ اچھے ہیں یا نیچے کے۔ہماری فلاح اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں ہی مضمر ہے۔کیونکہ ممکن ہے باپ سے زیادہ بیٹا کام آئے اور نفع پہنچائے اور ممکن ہے بیٹے سے زیادہ باپ سے نفع پہنچے اور وہ کام آئے۔(4)

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ بلا شبہ بیٹا جب اپنے باپ سے آخرت میں اونچے درجے میں ہوگا تو وہ اللہ سے سوال کرے گا کہ وہ اسکے باپ کو بھی اسکی طرح بلند کردے اور جب باپ بیٹے سے بلند درجے میں ہوگا تو وہ رب سے سوال کرے گا کہ وہ اس کے بیٹے کو اسکی جانب بلند کردے۔ (5)

1۔ترمذی،السنن،کتاب الفرائض،باب ماجاء فی المیراث النبات،414:4،رقم 2092/ابوداؤد،السنن،کتاب الفرائض،باب ماجاء فی المیراث،120:3،رقم:2891

2۔تیسیر القرآن،جلدنمبر1،صفحہ نمبر365

3۔تیسیر القرآن،جلدنمبر1،صفحہ نمبر365

4۔تفسیر ابن کثیر،جلدنمبر1،صفحہ نمبر676

5۔فتح القدیر،جلدنمبر1،صفحہ نمبر546

شوہر کے مالِ وراثت میں حق:۔

قرآن حکیم نے شوہر یا بیوی میں سے کسی کے بھی انتقال کی صورت میں اس کے مال وراثت میں سے دوسرے فریق کا حصّہ بالتفصیل بیان کیا ہے۔ بیوی کے انتقال کی صورت میں خاوند کا حصّہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْ وَا جُكُمْ اِن لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَا نَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِن بَعْدِ وَ صِيَّةٍ يُو صِيْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ۔

’’تمہاری بیویوں کے ترکے میں سے تمہارے لیے نصف ہے۔ اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کے اولاد ہو تو تمہارے لیے انہوں نے جو ترکہ چھوڑا ہے اس کا ایک چوتھائی ہے۔ (یہ تقسیم) ان کی وصیت (کی تعمیل) اور ان کے قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوگی۔‘‘ (انساء،12:5)

اور شوھر کی وفات کی صورت میں بتایا۔

وَلَهُنَّ الرُّ بُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُو صُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ۔

’’اور تمہاری ترکے میں سے تمہاری بیویوں کا ایک چوتھائی حصّہ ہے۔ اگر تمہاری کوئی اولاد نہیں۔ اگر تمہاری اولاد بھی ہو۔ تو تمہارے ترکے میں سے ان کا حصّہ آٹھواں ہے۔ (یہ تقسیم) تمہاری وصیت کی تعمیل اور تمہارے قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوگی۔ (النساء،12:4)

میت اگر عورت ہے تو اس کے خاوند کو آدھا ترکہ ملے گا۔ بشرطیکہ میت کی اولاد نہ ہو۔ اگر اولاد ہوگی تو خاوند کو 1/4 ملے گا۔ اور اگر میت مرد ہے تو بیوی کو 1/8 ملے گا۔ ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں یہ ان میں برابر تقسیم ہوگا۔ (1)

1۔تیسیر القرآن، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 365-366

کلالہ کے مالِ وراثت میں حق:۔

کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کے والدین ہوں نہ اولاد۔ایسی عورت یا مرد فوت ہو جائے اور اس کے پیچھے نہ اس کا باپ ہو نہ بیٹا، تو اسکی جائیداد کی تقسیم کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔
اس کے اعیانی یعنی سگے بھائی بہن ہوں۔
عالقی بھائی بہن ہوں: یعنی باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہوں۔
اخیافی بھائی بہن ہوں۔ ماں ایک باپ علیحدہ علیحدہ ہوں۔ (1)
حضرت ابوبکرؓ صدیق سے کلالہ کا معنی پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''میں اپنی رائے سے جواب دیتا ہوں اگر ٹھیک ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اور رسول اس سے بری الذمہ ہیں۔(کلالہ) وہ ہے جس کا نہ لڑکا ہو نہ باپ، سیدنا عمر فاروق جب خلیفہ بنے تو آپ نے بھی اس سے موافقت کی اور فرمایا۔ مجھے ابوبکر کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔'' (2)
کلالہ کی جائیداد کی تقسیم کی تینوں صورتوں کے احکام الگ الگ ہیں۔
1۔اگر پہلی صورت یعنی سگے بھائی بہن موجود ہیں تو حکم دیا۔

يَسۡتَغۡتُوۡنَکَ قُلِ اللہ يُفۡتِيۡکُمۡ فِى الۡکَلَا لَۃَ اِنِ ا مۡرُ وٌّ هَلَکَ لَيۡسَ لَهٗ وَلَدٌ وَلَهٗۤ اُخۡتٌ فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِ ثُهَاۤ اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنۡ كَا نَتَا اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ۔

''لوگ آپ سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں۔فرما دیں کہ اللہ تمہیں (بغیر اولاد اور بغیر والدین کے فوت ہونے والے) کلالہ (کی وراثت) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہو جائے جو بے اولاد ہو مگر اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لیے اس (مال) کا آدھا (حصّہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے۔اور (اس کے برعکس بہن کلالہ ہو تو اس کے مرنے کی صورت میں اس کا) بھائی اس (بہن) کا وارث (کامل) ہوگا۔اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو'' (نساء ،176:4)
ظاہر ہے اگر بہنیں دو سے زیادہ ہوں تو وہ سب اس دو تہائی میں برابر کی شرک ہوں گی۔
2۔۔دوسری صورت یہ ہے کہ علاتی بہن ہوں، یعنی باپ ایک ہو اور مائیں الگ الگ ہوں تو اس صورت میں حکم دیا:

1۔فتح القدیر، جلد نمبر 548
2۔تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 677۔/ فتح القدیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 547

وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔

''اور اگر بہت سے بھائی بہن ہوں تو پھر (تقسیم یوں ہوگی کہ) ایک مرد کا حصّہ دوعورتوں کے برابر ہوگا۔'' (النساء ،176:4)

یعنی جیسے اولاد کے درمیان تقسیم کرنے کا اصول ہے۔۔۔۔ایک لڑکے کا حصّہ دولڑکیوں کے برابر۔۔۔۔وہی یہاں بھی استعمال ہوگا۔

3۔تیسری اور آخری صورت یہ ہے کہ اضافی بھائی بہن ہوں یعنی عورت نے ایک خاوند کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اور دونوں سے اولاد ہو۔اگر ان میں سے کوئی مرجائے اور کلالہ ہو۔

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ۔

''اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت کی تقسیم کی جارہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اسکا ماں کی طرف سے ایک بھائی یا بہن ہو (یعنی اضافی بھائی یا بہن) تو اس دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصّہ ہے۔پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔(یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد ہوگی جو (وارثوں) کے پہنچائے بغیر کی گئی ہوی قرض (کی ادائیگی) کے بعد۔
(النساء،12:4)

یعنی کلالہ کی وراثت کی تقسیم کے احکام میں بھی عورت کو حق وراثت کا مستحق قرار دیا گیا اور اس کے واضح احکام بیان کئے گئے جن کا خلاصہ ہم درج ذیل پانچ اصولوں میں بیان کرسکتے ہیں۔

1۔جہاں صرف اولاد ہو، اور کوئی دوسرا وارث نہ ہو، اور اولادمیں بھی تمام لڑکے ہوں، تو ترکہ ان لڑکوں میں بحصّہ مساوی تقسیم ہوگا۔لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوتو ایک لڑکے کو دولڑکیوں کے برابر حصّہ ملے گا، اور اسی پر تمام ترکہ تقسیم ہوگا۔اگر لڑکا کوئی نہ ہو، صرف ایک لڑکی ہو، تو اسے ترکے کا نصف ملے گا۔اوا گر دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو انہیں دو تہائی ملے گا۔

2۔جہاں اولاد ہو یا نہ ہو، لیکن ماں باپ موجود ہوں۔اگر اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصّہ اور باقی اولاد میں (نمبر 1) کے اصول پر تقسیم ہوگی۔اگر اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک تہائی اور باقی دو تہائی باپ کو۔

3۔اولاد نہ ہو لیکن بھائی ہوں، تو ماں کو ایک تہائی کی جگہ چھٹا حصّہ ملے گا۔یہاں پھر اختلاف ہے کہ ان بھائی بہنوں کے کتنا ملے گا۔بعض کے جزدیک ماں کو چھٹا حصّہ ملے گا۔دوسرا چھٹا ان بہن بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔اور باپ کو حسب سابقہ بقیہ دو تہائی، بعض کے نزدیک یہاں بھی کلالہ کا اصول جارہ ہوگا۔یعنی اگر ایک بھائی یا یک بہن ہو، تو اسے چھٹا حصّہ ملے گا، ماں کو چھٹا حصّہ اور باپ کو دو تہائی اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو اس سب کو ایک تہائی، ماں کو چھٹا حصّہ اور باقی نصف باپ کو۔

4۔زوجین کی صورت میں، اگر بیوی اولاد چھوڑ کر مرے تو خاوند کے ترکے کا چوتھائی اور باقی تین چوتھائی اولاد میں (نمبر 1) اصول پر تقسیم ہوگا۔اگر اولاد نہ ہو، تو خاوند کو نصف اور بقیہ دوسرے رشتہ داروں کو اوپر کے قواعد کی رو سے۔اگر خاوند اولاد چھوڑ کر مرے تو بیوی کا آٹھواں حصّہ ہے۔اگر اولاد نہ ہو تو چوتھا حصّہ اور بقیہ ترکہ دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم ہوگا۔

5۔کلالہ جہاں اعیانی یا علاتی یا اضافی بھائی بہن ہوں جیسے اوپر بیان ہوا تقسیم میں یہ ترتیب مدنظر رکھی جائے گی۔سب سے پہلے خاوند یا بیوی کو حصّہ ملے گا۔پھر والدین کو اور پھر اولاد کو، اگر اولاد نہ ہو یا والدین دونوں سے کوئی بھی موجود نہ ہو، تو سب سے آخر میں بھائی بہن حق دار ہوں گے۔(1)

تیسری القرآن، جلدنمبر 1، صفحہ نمبر 365/ تفہیم القرآن جلدنمبر 1، صفحہ نمبر 329/ فتح القدیر، جلدنمبر 1، صفحہ نمبر 548

مرد عورت کے مساوی حصّہ کی نظیر:۔

معاشرے میں بعض مرد عورتیں ایسی بھی ہوتیں ہیں جن پر عمر رسیدگی یا کسی اور سبب سے مالی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں رہتا یا کم از کم مرد پر عام حالات کی طرح عورتوں کے مقابلے میں زیادہ بوجھ نہیں ہوتا۔ یعنی وہ دونوں یکساں مالی ذمہ داریوں کے حاصل ہوجاتے ہیں یہ مقام اس وقت آتا ہے۔ جب مرنے والے کے والدین زندہ ہوں ار متوفی کی اولاد بھی موجود ہو، جب اس صاحب اولاد متوفی کی وراثت تقسیم ہوگی تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکہ کا 1/6 حصّہ ملے گا۔

وَلَا بَوَ يْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ۔

''اور (میت) ماں باپ کے لیے ان دونوں میں سے ہر ایک کو (برابر) ترکہ کا چھٹا حصّہ (ملے گا) بشرطیکہ مورث کی کوئی اولاد نہ ہو''

(النساء، 11:4)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَاِن كَانَ رَجُلٌ يُوْرَثُ كَلَا لَةً اَوِمْرَاَةٌ وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اسُّدُسُ۔

''اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت کی تقسیم کی جارہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اسکا ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں لیے (ترکہ) میں سے (برابر طور پر) چھٹا حصّہ ہے''۔ (النساء ،12:4)

اس طرح باوجود یہ کہ وراثت کی تقسیم مرد و عورت کے مابین ہورہی ہے، یہ برابر ہوگی۔ اگر اسلام کے نظام وراثت میں محض مرد ہونے کی وجہ سے عورت کے حصّہ سے دوگنا قرار پایا ہوتا یا عورت کا حصّہ محض عورت ہونے کی وجہ سے نصف ہوتا تو پھر اس مقام پر جب وہ ماں باپ کی حیثیت سے وراثت لے رہے ہیں یہاں بھی ان کے حصّہ کا فرق برقرار رہتا جبکہ یہاں ایسا معاملہ نہیں ہے۔ (1)

تسیر القرآن، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 362/ تفہیم القرآن، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 326

بہترین بیوی کی خصوصیات:۔

سورہ نساء آیت نمبر 34 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَا لصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ الِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللہ۔

''پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہیں، اس لیے کہ اللہ نے (انہیں) محفوظ رکھا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہتر عورت وہ ہے کہ جب اس کا خاوند اسکی طرف دیکھے وہ اسے خوش کردے اور جب حکم دے تو بجالائے اور جب کہیں باہر جائے تو اپنے نفس کو برائی سے محفوظ رکھے اور اپنے خاوند کے مال کی حفاظت کرے۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ (1)

مسند احمد میں ہے کہ جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرے، اپنے خاوند کی فرماں برداری کرے، اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں چلی جاؤ۔ (2)

سابقہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اچھی بیوی کی چار صفات بیان فرمائی ہیں دو تو شوہر کی موجودگی سے تعلق رکھتی ہیں اور دو عدم موجودگی سے۔ موجودگی سے متعلق یہ ہیں کہ جب شوہر گھر میں ہو یا باہر سے کام کاج کے بعد شام کو گھر آئے تو اس کی بیوی خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرے۔ اس کا جسم اور کپڑے صاف ہوں۔ اور وہ اپنے خاوند کا دل موہ لے۔ اور خاوند اسے دیکھ کر خوش ہو جائے۔ دوسری یہ کہ خاوند اگر اسے کھانے پینے کے متعلق کچھ کہے تو فوراً بجالائے۔

اور جب گھر پر خاوند نہ ہو تو کسی غیر مرد کو گھر میں داخل نہ ہونے دے اور نہ خود کسی غیر مرد سے آزادانہ اختلاط یا خوش طبعی کی باتیں کرے۔ نیز اپنے شوہر کے گھر کی امین ہو۔ اس کے مال کو فضول کاموں میں خرچ نہ کرے۔ نہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔ مگر خاوند جب کسی گناہ والے کام کو کرنے کا کہے جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو تو اللہ کی معصیت کے مقابلے میں کسی کی اطاعت جائز نہیں مثلاً مرد اسے نماز کی ادائیگی یا پردہ کرنے سے روکے یا اسے شرک کرنے والے کاموں پر مجبور کرے تو اس سے انکار کر دینا ضروری ہے۔ ورنہ وہ گناہ گار ہو گی۔ اور خاوند کی اطاعت کی حد کے بارے میں مندرجہ ذیل دو احادیث ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر عورت کا خاوند اس کے پاس موجود ہو تو وہ اسکی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے''۔ (3)

نیز آپ نے فرمایا: ''جب مرد اپنی بیوی کے اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (4)

ایک مسلمان عورت کو جن خوبیوں سے آراستہ ہونا چاہیے اور جن صفات سے متصف ہونا چاہیے ان کا ذکر کتنے دل نشین کلمات میں کیا گیا ہے۔ بیوی کا اس سے بلند معیار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ خود سوچیئے اسلام ایک بیوی سے کیا توقع رکھتا ہے۔ اور اس طرح اس کے مقام کو کتنا بلند کر دیتا ہے۔ اور اس مرد سے بھی زیادہ کوئی خوش نصیب ہو سکتا ہے جسکی رفیقہ حیات ان خوبیوں کی مالک ہو۔

عورت پر بیوی ہونے کی حیثیت سے حسبِ ذیل ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں

1۔ عزت کی حفاظت:۔

عورت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی عزت کی حفاظت کرے شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کو چاہیے کہ اپنے گھر

1۔ رالطبری: 9329/الطیاسی: 2325

2۔ التفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 724-725

3۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب صوم المراۃ باذن زوجھا تطوعا۔

4۔ تیسیر القرآن، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 397۔

کے اندر رہے اور مرد واپسی کا انتظار کرے۔ نامحرم کی مرد کی اجازت کے بغیر نہ ملے اور نہ اس سے بات کرے۔ عورت کی جو عزت ہوتی ہے وہ اس مرد کی امانت بن جاتی ہے جس سے وہ نکاح کرتی ہے۔ اب اگر وہ اس مرد کی امانت میں خیانت کرے گی تو اس مرد کی بھی گنہگار ہوگی اور اللہ کے ہاں بھی اس کی جواب دہی ہوگی۔ مرد جس آدمی سے عورت کو روکے خواہ محرم ہو یا نہ محرم ہو اس سے رک جائے ورنہ گنہگار ہوگی۔

2۔ مال کی حفاظت:۔

عورت پر اللہ نے مرد کی جو سربراہی عطا فرمائی ہے اس کا اہتمام ایسے ہوتا ہے۔ عورت اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہوئے بھی اپنے خاوند کی اجازت کو ملحوظ خاطر رکھے۔ اسلام اس طرف بھی توجہ دلاتا ہے کہ مرد کو ایسے نہیں کرنا چاہیے کہ وہ عورت کو اپنا مال ایسی جگہوں پر خرچ کرنے سے منع کرے جس سے اسے دنیا اور آخرت میں فائدہ پہنچتا ہو۔ بلکہ لازم ہے کہ مرد بھلائی کے کاموں میں عورت کے ساتھ تعاون کرے جو ان دونوں کو اللہ کا قرب عطا کردے۔

3۔ خاوند کی خدمت:۔

عورت کا یہ فرض بنتا ہے کہ گھر میں اپنے شوہر کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے اس کی خدمت کرے۔ کھانے پینے کی چیزیں تیار کرے اس کے علاوہ جس خدمت کی اسے ضرورت ہو۔ صحیح قول کے مطابق عورت کا مرد کی خدمت کرنا اس پر واجب ہے۔ اسکی دلیل اس حدیث میں ہے۔

حصین بن محصن کی پھوپھی نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے پوچھا:۔

''کیا آپ شادی شدہ ہیں؟''

انھوں نے کہا جی ہاں۔

آپ ﷺ نے پوچھا آپ کا اس سے کیسا سلوک ہے۔

انھوں نے کہا میں مقدور بھر اس کی خدمت کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم دیکھو کہ تم اس کی وجہ سے کہاں پہنچتی ہو۔ وہی تمہاری جنت ہے اور وہی تمہاری جہنم ہے۔(1)

1۔ مسند احمد 4:341،6:419

حاصل کلام:۔

زمانہ جاہلیت میں عورت کے ساتھ جو براسلوک کی جاتا تھا وہ بیان سے باہر ہے۔لیکن قرآن نے پہلی مرتبہ آکر اعلان کیا کہ جس طرح مرد کے حقوق عورت پر ہیں بالکل اسی طرح عورت کے حقوق بھی مرد پر ہیں۔

عورت کا خالق کائنات نے صنف نازک بنایا، نرم جسم بنا کر محبت کا گہوارہ بنادیا۔عورت کو باحیاء اور غیرت مند رکھنے کے لیے حجاب کا حکم دیا تا کہ عورت کی عزت احترام کا لحاظ رکھا جائے۔

لیکن افسوس صد افسوس یہود و نصاری، مشرکین نے بھی سازش کے ذریعے مسلمان عورتوں کو آزادیِ نسواں کا نعرہ دے کر اسلام کا باغی بنادیا۔سر سے دوُپٹا اتار کے گلے میں ڈال دینا، گریباں کھلا رکھنا، بازو ننگے رکھان، حیا اور غیرت کا نام ونشان نہ ہونے کا نام عورتوں کی آزادی رکھ دیا۔

جب کبھی عورت پردے میں حیا کا پتلا بن کر باہر آتی تھی تو مردوں کی نگاہیں عزت واحترام کے پیشِ نظر جھک جاتیں تھیں۔ راستے سے ہٹ جاتے تھے، عورت کے لیے راستہ کشادہ کر دیتے تھے۔

اب اگر ہم مغربی معاشرے کی بات کریں تو وہ تمام کا تمام معاشرہ اسلامی عورت کو فرسودہ اور کم سوچ کی مالک قرار دیتا ہے۔ جبکہ ایسا کچھ نہیں۔مغربی معاشرے نے تو خود عورت کی جدیدیت کو مزاق بنا کر رکھ دیا ہے۔اور برابر اس کے جذبات سے کھیل رہا ہے لیکن آج کی عورت اس کے اشاروں پر ناچتے ہوئے اپنی شرم وحیاء سے عاری ہو چکی ہے اور دوسروں کی نقالی کرتے ہوئے خود اپنا اصل وجود کھو بیٹھی ہے۔ آرٹ اور کلچرل کے پردے میں اس سے وہ سب کچھ کروایا جارہا ہے جو اس کو ایک پروسٹیٹوٹ بناتا ہے۔

جب عورت اسلام کی باغی ہو کر آزاد ہونے کا دعویٰ دار بنی، بے حجاب، گریباں کھول کر اور بھم برہنہ ہو کر بازاروں میں گھومنے لگی تو اس وقت سے ہوسناک نگاہیں اس کے تعاقب میں ہو گئیں۔راستہ کشادہ کرنے کی بجائے اوباش بدقلاشوں نے عورت کے راستوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا، آوازیں کسنا محبوب مشغلہ بن گیا۔

کیا یہی ہمارا معاشرہ ہے؟ کیا یہی اسلام ہمیں پیغام دیتا ہے۔اس مقالے کا حاصلِ بحث یہی ہے کہ آپ اپنی آنکھوں سے ایک بار تنگ نظری کی پٹی اُتار کر دیکھیں تو سہی آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام میں بحثیت ایک عورت اتنے حقوق دیتا ہے کہ آپ کو ہر رشتے کے حوالے سے خود پر ناز ہوگا۔اسلام دینا کا وہ واحد مذہب ہے جو عورت کو ناتوستی کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نار ہبانیت کی طرف دھکیلتا ہے بلکہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جو عورت کو اس کے سارے حقوق الگ الگ پلیٹ میں خوشنما رنگوں کے ساتھ نا صرف پیش کرتا ہے بلکہ اس کی جھولی میں بھی ڈالتا ہے وہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب مرد و عورت قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل کرے۔

اسلام نے عورت کو حیونیت سے نکال کر انسانیت کے بلند و بالا مقام پر قائم کیا۔عظمت و وقار جیسی عظیم نعمتوں سے سرفراز کیا۔ لیکن مغربیت نے آزادی کے نام پر عورت کو انسانیت سے دور حیوانیت میں دھکیل دیا۔

میں نے زیرِ نظر مقالہ میں یہ بات واضح کی ہے کہ اسلام نے عورت کا جو حقوق اور بلند مقام عطا کیا ہے دوسرے مذاہب میں اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔قرآن نے تمھیں تمہارے حقوق فرائض اور مقام کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔مگر وجہ اصل میں یہی ہے کہ رب کائنات کے احکام میں انجام کا لحاظ ہے اور انسان ظاہر کو دیکھتے ہیں۔انجام سے بے خبر ہوتے ہیں اس لیے انسانوں کے کئی فیصلے برے انجام کا باعث بنتے ہیں۔

آخر میں میری معزز بہنوں سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے مقام کو دیکھیں اور سوچیں کہ اسلام کا انسانیت پر خصوصاً عورتوں پر کتنا احسانِ عظیم ہے۔

لوٹ آئیں ان تعلیمات کی طرف جو ہمارے نبی کریم ﷺ لے کر آئے اور قبول کریں وہ مقام ومرتبہ جو اسلام نے ایک عورت کے دیا ہے۔

کو ینکہ زمانہ جاہلیت میں اتنی برائیاں نہیں تھیں جو آج کے دور میں پھیل چکی ہیں۔جن کی زیادہ توجہ عورت ہی بن رہی ہے۔ پہچانیئے اپنے مقام کو تاکہ عورت کی عزت واحترام کا لحاظ رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ اسلامی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پے احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔کیونکہ یہ اسلام ہی ہے جس نے ایک بیٹے کو بتایا اس کی جنت اسکی ماں کے قدموں میں ہے۔ایک باپ جو کل اپنی بیٹی کو زندہ دفن کر کے فخر محسوس کرتا تھا آج وہ اپنی بیٹی کو جگر کا ٹکڑا سمجھتا ہے۔ایک بھائی اپنی بہن کے ھاتھ پیلے کرنے کی فکر میں راتوں کو فیکٹریوں میں دیر تک کام کرتا ہے۔ایک شوہر جو کل تک اپنی بیوی کو جواء میں ھار دیتا تھا۔

آج اپنی بیوی بچوں کو ضروریات پوری کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔آخر ایسا کیوں۔ایسا صرف وہ تعلیمات ہیں جو میرے کریم آقا ﷺ لے کر تشریف لائے۔

تو میری پیاری بہنو! ہم کو بھا اپنے حقوق اور مقام ومرتبہ کو برقرار رکھنا ہے۔ایسا صرف تب ہوسکتا ہے اگر ہم قرآن وحدیث کا علم حاصل کریں اور اسکی تعلیمات پر عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن حدیث کے احکام کا علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

وما علینا إلاالبلاغ المبین۔

اشاریہ جات

سورۃ النساء آیات

آیت نمبر	1
آیت نمبر	3
آیت نمبر	4
آیت نمبر	11
آیت نمبر	12
آیت نمبر	15
آیت نمبر	19
آیت نمبر	20
آیت نمبر	21
آیت نمبر	22
آیت نمبر	23
آیت نمبر	32
آیت نمبر	34
آیت نمبر	35
آیت نمبر	128
آیت نمبر	129
آیت نمبر	176

سفارشات وتجاویز

1۔ یہ سورۃ پاک بڑی اہم اور دور رس اصلاحات پر مشتمل ہے۔جنہیں اگر دینِ اسلام کا طرہ امتیاز کہا جائے تو قطعاً مبالغہ نہ ہوگا۔لہذا سورۃالنساء کے دیگر مضامین پر بھی کام کرنے کی بھی ضرورت ہے۔مثلاً

''اسلام کے معاشرتی آداب سورۃ النساء کی روشنی میں''

''یتیم کی کفالت کے احکام سورۃ النساء کی روشنی میں''

''انفرادی کردار کی تعمیر سورۃ النساء کی روشنی میں''

2۔ گھریلو خواتین کیلیئے یہ مقالہ بہت کارآمد ہے کہ وہ اپنے حقوق کی آگاہی حاصل کر کے خود کو پیش آمدہ ہمہ قسم کے مسائل کو حل کرسکتی ہے۔

3۔ یہ مقالہ جامعات کی طالبات کیلیئے بھی بہت اہم ہے۔ہم "اشفعوا توجروا" کے تحت سفارش کرتے ہیں کہ طالبات کے ذہنی اور روحانی تربیت کیلیئے اس مقالہ کو جامعات للبنات کے نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

4۔ اس طرح کے تحقیقی کام کو کالجِ ہٰذا کو شائع کروانا چاہیئے تاکہ عامۃ الناس بھی اس سے استفادہ کرسکیں۔

5۔ اس موضوع پر مختلف اداروں میں خواہ وہ تعلیمی ہوں غیر تعلیمی سیمینار کا اہتمام کیا جائے۔

6۔ معاشرے میں عدم تفاوت اور عدم مساوات کے رویوں کو ختم کیا جائے۔

7۔ اسلام کی تعلیمات کو فروغ دیا جائے۔

8۔ عائلی زندگی میں باہمی حسن وسلوک اور برداشت کے رویوں کو فروغ دیا جائے۔

مصادرومراجع:۔

1۔القرآن الکریم۔
2۔احمد رضا خان، کنزالایمان، لاہور، ضیاالقرآن پبلی کیشنز۔

تفسیرالقرآن:۔

3۔ابن کثیر، ابوالفداء محمد بن اسماعیل، تفسیرابن کثیر، بیروت، لبنان، دارالمعرفہ
4۔الازہری، کرم شاہ، محمد، ضیاءالقرآن، لاہور، ضیاالقرآن پبلی کیشنز، 1998
5۔آلوسی، محمود، علامہ تفسیر روح امعانی، بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ
6۔حقی، اسماعیل، علامہ، تفسیر روح البیان، لاہور، مکتبہ رحمانیہ
7۔رازی، فخرالدین، امام، تفسیر کبیر، ملتان، مطبوعہ دارالحدیث
8۔صاوی، احمد، شیخ، تفسیر صاوی علی الجلالین، کراچی، قام پبلی کیشنز
9۔کیلانی، عبدالرحمٰن، شیخ، تیسیرالقرآن، لاہور، پبلی کیشنز لاہور۔
10۔مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1976ء
11۔محدث دہلوی، عبدالعزیز، تفسیرعزیزی، دہلی، مطبع فاروقی
12۔نعیمی، خان، احمد یار، مفتی، لاہور، مکتبہ اسلامیہ، نعیمی کتب خانہ

الحدیث:۔

13۔ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی، السنن، لبنان، دارلفکر،
14۔ابوداؤد، سلیمان بن اشعثبن اسحاق بن بشیر بن شدادارزدی سجسانی، النسن، بیروت، البان دارلفکر، ۱۴۱۴/ ۱۹۹۴ء
15۔احمد بن حنبل، ابوعبداللہ شیبانی، المسند، بیروت، لبنان، موتسۃ الرسالہ، ۱۴۲۰/۱۹۹۹ء
16۔بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، الصحیح، بیروت، لبنادارابن کثیر، الیمامہ، دارالکتب العلمیہ ۔
17۔ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن سورہ بن موسیٰ بن مخاک، السنن، بیروت، لبنان، داراحیاءالتراث العربی۔
18۔مسلم، ابوالحسین، مسلم بن الحجاج بن مسلم بن وردقشیری نیشاپوری، الصحیح، بیروت، لبنان ۲۰۶۔۲۶۱ء/۸۲۱۔۸۷۵ء
19۔نسائی، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب بن علی، السنن، لاہور، مکتبہ رحمانیہ۔

دیگر کتب:۔

20۔ابن ہمام،کمال الدین بن محمد عبدالواحد،فتح القدیر،کوئٹہ،مکتبہ رشیدیہ

21۔ابن حبان،ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان،الصحیح،بیروت،لبنان،موسسۃ الرسالۃ

22۔خطیب،تبریزی،مسکوٰۃ المصابیح،لاہور،مکتبہ رحمانیہ

23۔طبرانی،سلیمان بن احمد بن ایوب،المعجم الکبیر،قاہرہ،مصر،مکتبہ انب تیمیہ

24۔طیالسی،ابوداؤد سلیمان بن داؤد،المسند،بیروت،لبنان،دارالمعرفہ

25۔عسقلانی،احمد بن علی بن حجر،حافظ،فتح الباری،لاہور،دارالنشر الکتب اسلامیہ

26۔قاری،علی محمد بن سلطان،مرقاۃ امفاتیح،کوئٹہ،مکتبہ رشدیہ

27۔کاسانی،علاؤالدین ابوبکر،بداؤالضاؤ،بیروت،لبنان،دارالکتاب العربی

28۔سعدی،شرف الدین مصلح،گلستان سعدی،لاہور،مکتبہ رحمانیہ

29۔بیہقی،ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ،شعب الایمان،بیروت،لبنان دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۰/۱۹۹۰ء

اظہار رائے:۔

اظہار رائے:۔

اظہار رائے:۔